بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

بیسویں صدی عالمی سطح پر تغیر اور انقلاب کی صدی ہے۔ اس صدی کے آغاز میں (۱۹۱۷ء) روس کا اشتراکی انقلاب رونما ہوا جس نے انسانیت کا رُخ مادیت کی پستیوں کی طرف موڑ دیا لیکن اسی صدی کے ربع آخر (۱۹۷۹ء) میں ایران کا وہ اسلامی انقلاب ظہور پذیر ہوا جس نے مادیت کی تاریک پستیوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو روحانیت کی بلندیوں کی طرف سفر کرنے کا راستہ دکھایا۔ اس عظیم اسلامی انقلاب کے رہبر کبیر آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الموسوی الخمینی ہیں جن کی علمی اور روحانی عظمت کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

مکتوباتِ عرفانی اسی عالم روحانی کے قلم معجز رقم کا تحفۂ نورانی ہے، یہ تحریریں جو خطوط کی شکل میں لکھی گئی ہیں مضامین کے اعتبار سے نہایت دقیق اور مشکل لیکن انداز بیان کے اعتبار سے نہایت شگفتہ اور سہل ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسے دقیق اور گہرے مضامین کو ایسے سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کرنا بجائے خود ایک علمی معجزہ ہے۔

جیسا کہ ان کے عنوان سے ظاہر ہے ان مکتوبات میں علم عرفان کی حقیقت اور معنویت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اپنی بہو فاطمہ (فاطی) کے نام خط میں آیت اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میری بیٹی! فلسفہ کا موضوع اللہ تعالیٰ سے لے کر وجود کے آخری مراتب تک محض وجود ہے اور علم عرفان یا عرفان علمی کا موضوع "وجود مطلق" یا بالفاظِ دیگر حق تعالیٰ ہے اور اس میں (یعنی عرفان میں) اللہ تعالیٰ اور اسکے جلوہ کے علاوہ جو اس سے الگ نہیں ہے اور کسی قسم کی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

حق تعالیٰ کی معرفت ہی دین کی اصل اور بنیاد ہے۔ امیرالمومنین اور امام العارفین حضرت علیؑ ابن ابی طالب نہج البلاغۃ کے خطبۂ اوّل میں ارشاد فرماتے ہیں۔

- دین کی بنیاد خدا کی معرفت ہے (اوّل الدین معرفتہ) کمالِ معرفت تصدیق ہے کمالِ تصدیق، توحید ہے، توحید کا کمال اخلاص ہے اور کمال اخلاص (اسکی ذات سے) صفات کی نفی ہے۔

معرفت الٰہی دین کی ابتدا اس کی اصل اور بنیاد ہے بلکہ درحقیقت یہی تمام دین ہے۔ اس لیے کہ دین کا مقصد انسانیت کی نجات اور فلاح اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب انسان اس کائنات میں اپنے صحیح مقام اور اپنی زندگی کے صحیح مقصد کو سمجھ سکے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان اس کائنات کی حقیقت اور خود اپنے نفس کی حقیقت کا عرفان حاصل نہ کر سکے، اور معرفت کائنات اور معرفت نفس حق تعالیٰ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے، بلکہ کائنات اور انسان کی معرفت درحقیقت معرفتِ الٰہی ہی کا حصہ اور اسی کی مختلف جہات ہیں۔ اس لیے کہ عالم موجودات کی حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ یہ وجودِ مطلق کی تجلیات کا ظہور ہے اور وجودِ مطلق کی تجلی اس سے الگ کوئی حقیقت نہیں ہے اسی حقیقت کو امیرالمومنینؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: میں نے کسی شے کو نہیں دیکھا اِلّا اس کے کہ اس کے قبل اس کے ساتھ اور اس کے بعد اللہ کو نہ دیکھا ہو جب انسان اس سطح بصیرت سے اس کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے تو تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی جلوہ گاہ نظر آتی ہے۔ ہر شے اللہ کی آیت بن جاتی ہے اور ہر ورق معرفتِ کردگار کا دفتر نظر آنے لگتا ہے۔ ۔۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اس کے برعکس جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رُخ کو پھیر لیتا ہے تو پھر یہ کائنات محض اشیاء، وحوادث کا ایک ایسا مجموعہ بن جاتی ہے جس کے اندر کوئی معنویت نہیں ہے دراصل اس کائنات کی ایک جہت مکانی ہے (عالم فطرت) ایک جہت زمانی ہے (عالم تاریخ) اور ایک جہت روحانی ہے (عالم غیب یا عالم امر) اور یہ روحانی جہت ہے جو مکانی اور زمانی جہت کو معنویت عطا کرتی ہے اگر انسان عالم غیب سے اپنے تعلق کو توڑے تو پھر عالم فطرت اور عالم تاریخ کی حقیقی معنویت کو دریافت کرنا ممکن نہیں رہتا اسی غلط بینی کے نتیجہ میں حیات و کائنات کے بارے میں وہ مادی نظریات فروغ پاتے ہیں جنھوں نے تمام روئے زمین کو ظلم اور فساد کا آتش کدہ بنادیا ہے۔

معرفت الٰہی کے حوالے سے جہان بینی کا جو تصور ابھرتا ہے وہ الٰہی، روحانی یا معنوی تصور ہے۔ اس کے برعکس جہاں بینی کا وہ مادی تصور ہے جس کی بنیاد حق تعالیٰ یا وجود مطلق کے انکار پر رکھی گئی ہے۔ جہاں بینی کے ان دو متضاد مکاتب پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت روح اللہ خمینی روسی لیڈر گورباچیف کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"— مادیت پسند افراد کے نزدیک مطالعہ کائنات کا معیار احساس ہے اور جو چیز انہیں محسوس نہیں ہوتی اسے وہ علم کی قلمرو سے خارج خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک ہستی اور مادہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں

اس لیے وہ لوگ کسی ایسے وجود کے قائل نہیں ہیں جو مادہ سے پاک (مجرد) ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عالم غیب، خداوند متعال کا وجود، وحی، نبوت اور قیامت جیسے حقائق کو وہ افراد محض افسانہ تصور کرتے ہیں، اس کے برعکس الٰہی جہاں بینی کا معیار حواس اور عقل دونوں ہیں، اس اعتبار سے ہر وہ بات جو معقول ہے اسے علم کے قلمرو میں شامل کیا جانا ضروری ہے خواہ ان معقولات کا محسوسات سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو اسی لیے وجود کا تعلق عالم غیب اور عالم شہادت دونوں سے ہے اور ہر وہ چیز جو مادہ سے عاری ہو اس کے بارے میں بھی اس کا امکان پایا جاتا ہے کہ وہ موجود ہو۔

جس طرح حقیقت کائنات کو دریافت کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے معرفت الٰہی اسی طرح انسان کے لیے معرفت الٰہی سے ہٹ کر خود اپنے نفس کی معرفت کا کوئی طریقہ ممکن نہیں ہے، انسان کی حقیقت اللہ تبارک تعالیٰ سے اس کا ربط و تعلق ہے، اس تعلق کو بھلانا خود اپنی حقیقت کو فراموش کرنا ہے، اپنے فرزند کے نام تحریر کردہ نامہ معرفت میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ تحریر فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کو فراموش کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو فراموش کردے یا یوں کہو کہ حق تعالیٰ اسے فراموشی نفس کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور یہی بات تمام مراحل میں صادق آتی ہے عمل کی منزل پر جو شخص حق تعالیٰ کو فراموش کرتا ہے وہ اپنے نفس کو فراموش کردیتا ہے، یا اسے فراموشیِ

نفس کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے۔ وہ مقام عبودیت سے فراموشی اور نسیان کی جانب چلا جاتا ہے۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے، کیا ہے، اس کی ذمہ داری کیا ہے، اس کی عاقبت کیسی ہے؟ شیطان اس میں حلول کر جاتا ہے اور اس کے نفس کی جگہ خود بیٹھ جاتا ہے۔ شیطان جو کہ عصیان اور طغیان کا سبب اور اس کی علامت ہے، اگر انسان اپنی انسانیت کی شناخت نہ کرے اور یادِ حق کی طرف رجوع نہ کر سکے اور اسی طغیان او نسیان کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو شاید روزِ محشر خدا کی بارگاہ میں شیطان کی صورت میں پیش ہو۔

معرفت الٰہی کے بغیر نہ انسان اس کائنات کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور نہ اپنی انسانیت کو شناخت کر سکتا ہے۔ اپنی انسانیت کی شناخت خود انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے وہ فطرت جس پر انسان کو خلق کیا ہے وہ فطرت اللہ ہے اور فطرت اللہ توحید ہے جو اسلام کا اصل اُصول ہے، عبد اللہ ابن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ خدا کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ فطرت اللہ وہ ہے جس پر انسانوں کو پیدا کیا ہے (فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا) فرمایا وہ اسلام ہے جس پر لوگوں کو خلق کیا گیا جبکہ اس نے توحید پر میثاق لینے کے لیے فرمایا الست بربکم۔ اس خطاب میں مومن اور کافر سب شریک ہیں (اصول کافی۔ کتاب الایمان والکفر)

انسان میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی روح میں سے پھونکا ہے (وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي) اور عالم ذر میں اس سے اپنی ربوبیت کا عہد و میثاق لیا ہے اللہ

اور بندے کا یہی وہ ربط و تعلق ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور معرفت کے لیے بے چین رکھتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اللہ تبارک تعالیٰ کی معرفت خود انسان کی فطرت کا تقاضا ہے بلکہ انسان کی فطرت ہی معرفت ہے۔ الکافی کتاب الایمان و الکفر میں زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔ امام علیہ السّلام سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جب بنی آدمؑ کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے نفسوں پر ان کو گواہ قرار دے کر کہا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا ہاں (قالو بلیٰ) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے روزِ قیامت تک آدمؑ کی جس قدر اولاد ہونے والی تھی اس کو پشتوں سے نکالا وہ اس طرح نکلے جیسے چھوٹی چھوٹی چونٹیاں، خدا نے ان کو اپنی معرفت کرائی اور اپنے آثارِ قدرت کو انہیں دکھایا، اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی انسان کے لیے خدا کی معرفت ممکن نہ ہو سکتی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ ہر بچہ فطرت یعنی معرفت پر پیدا ہوتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ خدائے عزوجل اس کا خالق ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ اے رسولؐ اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے تو وہ کہیں گے اللہ۔" اس تناظر میں دیکھا جائے تو معرفت الٰہی انسانیت کا سب سے اہم اور بنیادی موضوع ہے اور اس موضوع پر رہبرِ کبیر انقلابِ اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ الخمینی کی تحریریں ایک ایسے چشمۂ نورانی کی حیثیت رکھتی ہیں جس سے طالبانِ حقیقت بقدرِ ظرف و استطاعت فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ خداوند متعال تمام طالبانِ معرفت کو ان تحریروں سے استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے۔

راہِ معرفت

نامہ معرفت کے عنوان سے حضرت امام خمینی قدس سرہ کا ایک عرفانی مکتوب جو آپ نے اپنے فرزند عزیز سید احمد خمینی حفظ اللہ کے نام تحریر فرمایا پیش خدمت ہے ہمیں توقع ہے کہ آشنائے رمز حقیقت اور رہنمائے جادہ معرفت امام خمینی کا "راہ معرفت" کے نام سے شائع ہونے والا یہ مکتوب کریم بھی ان کے تمام روحانی فرزندوں کے لیے فکر و نظر کے دریچوں کو وا کر کے عرفان حقائق کا باعث بنے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک بوڑھے باپ کا خط جس نے اپنی عمر مٹھی بھر الفاظ اور مفاہیم کے گرداب میں ختم اور زندگی اپنے ہی خول میں رہ کر تلف کردی اور اب اپنے ماضی پر ندامت اور افسوس کے ساتھ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اپنے جوان فرزند کے نام جس کے پاس اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں (عباد اللہ الصالحین) کی طرح دنیا کی

قید و بند سے جو دراصل ابلیسی جال ہے، رہائی پانے کی فرصت موجود ہے۔

بیٹا! دنیا کی شان و شوکت اور نشیب و فراز زود گزر ہیں ہم سب گردش زمانہ کی چکی میں پس کر رہ جائیں گے۔ جہاں تک میں نے مختلف طبقوں کے حالات کا مطالعہ کیا ہے، اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ با اقتدار اور ثروت مند طبقہ دوسرے طبقوں کی نسبت بہت زیادہ روحانی و نفسیاتی رنج و غم اور تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ خواہشات اور آرزوئیں کہ جن تک یہ طبقہ نہیں پہنچ پاتا ان کا درد و غم اور کربناک کیفیت دوسروں کی نسبت بہت زیادہ دلخراش اور رنج آور ہوتی ہے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں دنیا دو بڑی طاقتوں کے زیر اثر ہے۔ ان ممالک کے حکام کو جس عذاب اور دردناک حالت کا سامنا ہے اور ایک دوسرے سے جس قسم کی روح فرسا پریشانیاں لاحق ہیں اس کا مقابلہ دوسرے متوسط طبقوں حتیٰ کہ فقیر طبقے کے رنج و غم اور پریشانیوں سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ ان دونوں طاقتوں کی آپس میں رقابت اور دشمنی صرف عملی ہی نہیں بلکہ ایسی جان لیوا ہے، جو ہر ایک کی کمر توڑ دینے کے لیے کافی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان میں سے ہر ایک دوسرے کے سامنے منہ کھولے۔ نوکیلے دانت نکالے ہوئے درندہ صفت بھیڑیئے کی مانند مدِ مقابل کو شکار کرنا چاہتا ہے۔ یہ رقابت ہر طبقہ میں موجود ہے۔ سرمایہ دار

اور با اقتدار طبقہ سے لے کر دوسرے طبقوں تک، لیکن جتنا اوپر چلے جائیں درد و غم اور دشمنی اتنی ہی زیادہ نظر آئے گی۔

وہ چیز جو انسان کے لیے متاع نجات اور اطمینان قلب کا باعث ہے، وہ دنیا اور اس سے متعلق ہر شے سے راہ فرار اختیار کرنا ہے اور اس ملکہ و کیفیت کو صرف ذکر خدا اور اس کی دائمی یاد سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔(۱) وہ افراد جو کسی بھی قسم کی برتری اور فضیلت کے خواہاں ہیں چاہے وہ علوم میں برتری ہو حتیٰ الٰہی علوم میں یا اقتدار، شہرت اور ثروت میں، دراصل اپنی پریشانیوں اور مشکلات میں اضافہ کر رہے ہیں۔

جنہوں نے اپنے آپ کو مادیت کی قید سے آزاد کرا لیا ہے اور کسی حد تک دام ابلیس سے نجات حاصل کر چکے ہیں، اسی دنیا میں سعادت اور بہشت ان کے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔

ان دنوں جب رضا شاہ پہلوی کے دور میں لباس کی تبدیلی پر زور دیا گیا اور متشددانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ علماء اور حوزہ ہائے علمی پر کڑا وقت آیا ہوا تھا، (خداوند تعالیٰ حوزہ ہائے علمیہ پر ایسا وقت نہ لائے) ایک صاحبِ عمامہ نانبائی کی دوکان کے نزدیک روٹی کا سوکھا ٹکڑا کھا رہا تھا، میں نے اسے کہتے سُنا "مجھے اپنا عمامہ اتار دینے کے لیے کہا گیا۔ میں نے عمامہ اتار کر اس شخص کو دے دیا تاکہ وہ اپنے لیے دو قمیصیں بنوا لے اور اب میں زندہ

کھا کر سیر ہو چکا ہوں۔ رات کے لیے اللہ مالک ہے۔"

بیٹا! باور کرو، اگر میں ایسی منزل حاصل کر سکوں تو اس کے بدلے تمام دنیاوی مقامات دینے کے لیے تیار ہوں لیکن ہیہات (یہ منزل مجھ سے بہت دور ہے) خصوصاً مجھ جیسا جو ابھی تک دام ابلیس و نفس امارہ کی قید سے بھی آزاد نہ ہو سکا ہو۔

بیٹا میری زندگی اب ختم ہو چلی ہے۔ (یَشِیبُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ فِیْهِ خَصْلَتَانِ الْحِرْصِ وَطُوْلِ الْاَمَلِ) (۲۵) لیکن تیرے پاس قوت ارادی اور جوانی کی نعمت موجود ہے۔ اُمید ہے صالحین کے راستے پر چل سکو گے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنے آپ کو معاشرے کی خدمت کرنے سے دور رکھو اور گوشہ نشین ہو جاؤ اور مخلوقِ خدا کے لیے گرانباری و مصیبت کا سبب بن جاؤ کیونکہ یہ جاہلوں کی صفات میں سے ہے یا دوکانداری چمکانے والے درویشوں کی خصلت ہے۔ انبیاء اور آئمہ علیہم السّلام جو کہ عارف باللہ تھے اور ہر قسم کی قید سے رہائی کے بعد خدا کی ذات میں فنا ہو چکے تھے، ان کی سیرت بتاتی ہے کہ انھوں نے طاغوتی حکومتوں اور اپنے زمانے کے فرعونوں کے خلاف قیام کیا، دنیا میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے کیلئے بہت زیادہ تکالیف اور مشکلات برداشت کیں۔ ان عظیم ہستیوں کی روش زندگی ہمارے لیے بہت بڑا درس

ہے۔ اگر ہم اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھیں تو راستہ خود بخود کھلتا چلا جائے گا اور بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی۔

مَنْ اَصْبَحَ لَا یَهْتَمُّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ

بیٹا! نہ تو صوفیوں کی مانند گوشہ نشینی حق سے پیوستگی کی دلیل ہے اور نہ ہی معاشرے میں عملی طور پر داخل ہونا اور حکومت تشکیل دینا حق سے دوری کی دلیل ہے۔

اعمال کا معیار اس میں موجود اصل محرک اور سبب ہے۔ (۴۵) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک عابد اور زاہد جو ابلیس کے پھندے میں گرفتار ہے، اسے خود بینی، خود خواہی، غرور و تکبر، مخلوق کی تحقیر اور شرک خفی جیسی صفات رذیلہ حق سے دور اور شرک کے نزدیک کر دیتی ہیں اور ر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امور سلطنت اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والا الٰہی اہداف رکھنے کی بناء پر حق تعالیٰ کی قربت حاصل کر لیتا ہے، جیسے حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام یا ان سے بالاتر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے برحق نائب حضرت علی علیہ السلام اور اسی طرح عالمی اور جہانی حکومت میں امام مہدیؑ ارواحنالہ الفدا کی ذات اقدس۔

پس اعمال کی بہتری اور بدبختی کا معیار اور میزان اس کا محرک اور

سبب ہے جس قدر ہدف اور مقصد فطرت نورانیہ سے نزدیک تر ہوگا اتنا ہی انسان حجابات حتیٰ نورانی۔ (۵) حجابات سے آزاد اور سرچشمہ نور سے وابستہ تر ہوگا۔ یہاں تک کہ ہر قسم کی وابستگی کفر کے دائرہ کار میں آئے گی۔

بیٹا! انسانی ذمہ داریوں سے جو کہ درحقیقت خدمت خلق کی صورت میں خدمت حق تعالیٰ ہے، فرار مت کرو۔ کیونکہ اس خدمت سے روکنے کے لیے شیطانی وسوسہ اس شیطانی حربے سے کم نہیں ہوتا جو حکومت کے ذمہ دار افراد میں (اختیارات میں) کی رسہ کشی کی صورت میں ہوتا ہے۔ مقام ومنصب حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا، خواہ وہ معنوی مقام ہو یا مادی اگرچہ وہ معارف الٰہی سے نزدیک ہونے یا عباد اللہ کی خدمت کے بہانے سے ہو، اس کی طرف توجہ کرنا وسوسہ شیطانی ہے چہ جائیکہ اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے کوشش اور جد وجہد کرنا۔ صرف الٰہی موعظہ کو دل وجان سے سُنو، اس کو اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ قبول کرو اور اسی کو اپنے لیے راہ عمل قرار دو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى (۶)

حرکت اور عمل کے پہلے مرحلے کا پیمانہ اور میزان "قیام اللہ" ہے خواہ وہ انفرادی اور شخصی کام ہو یا اجتماعی فعالیت لہٰذا پہلے قدم پر کامیاب ہونے

کی کوشش کرو، کیونکہ دورِ جوانی میں یہ کام آسان اور کامیابی کے زیادہ نزدیک ہے۔ کہیں اپنے باپ کی مانند بوڑھے نہ ہو جانا۔ ایسی صورت میں یا تو اسی جگہ رہ جاؤ گے یا پھر اور پیچھے چلے جاؤ گے۔ البتہ اس کام کے لیے سخت توجہ اور محاسبۂ نفس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص جن وانس کی سلطنت کا مالک ہو جائے یا ان پر قابو پالے اور اس کا مقصد اور ہدف الٰہی ہو تو وہ دنیا میں زاہد اور عارف باللہ ہے۔ لیکن اگر نفسانی اور شیطانی ہدف رکھتا ہو تو اس کے ذریعے جو کچھ بھی حاصل کرلے، اگرچہ ایک تسبیح ہی کیوں نہ ہو، تو وہ اسی اعتبار سے جوارِ حق سے دور ہو جائے گا۔

بیٹا! سورۂ مبارکہ حشر کا مطالعہ کرو اس میں معرفت و تربیت کے خزانے موجود ہیں۔ اگر انسان زندگی بھر اسی میں غور و فکر کرتا رہے اور اس میں سے مددِ الٰہی کے ساتھ کچھ زادِ راہ حاصل کرلے، تب بھی یہ کام بہت قیمت رکھتا ہے خصوصاً آخری آیات جن میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (۷)

اس چھوٹی سی آیت میں لفظاً و معناً ایسے احتمالات ہیں جو تربیت کے حوالے سے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

۱۔ ممکن ہے اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہو جو ایمان کے پہلے مرتبہ پر فائز ہیں یعنی "سطحی ایمان پر" اس احتمال کے تحت تقوی کا حکم اس کے اولین مراتب کی طرف حکم ہے جو کہ عام لوگوں کا تقوی ہے۔ اس سے مراد خدا کے ظاہری احکام کی مخالفت سے پرہیز کرنا ہے۔ یہاں پر جملہ " ولتنظر نفس ما قدمت لغد" کے ذریعے ہمیں اپنے اعمال کی طرف سے خبردار کیا گیا ہے۔ اور اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ہم جو بھی عمل کریں گے وہ مناسب صورت میں نشاۃ اخروی میں ہم تک پہنچے گا۔ دیگر بہت سی آیات اور روایات بھی اسی حقیقت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اگر بیدار دل افراد اسی امر پر غور و فکر کرلیں تب بھی ان کے لیے کافی ہے بلکہ یہ طریقہ، کار آمادگی رکھنے والے دلوں میں بیداری کا باعث ہو سکتا ہے اور ممکن ہے دوسرے مراتب اور بلند مقام کی جانب راستہ دکھلانے کا موجب بنے۔

اس آیت میں ظاہراً تقوی کا بار بار حکم تاکید کے لیے ہو سکتا ہے البتہ ایک دوسرا احتمال بھی موجود ہے۔

اس طرح آیت شریفہ میں قول خداوند تعالیٰ "ان اللہ خبیر بما تعملون" سے ایک نئی دھمکی دی گئی ہے۔ یعنی تمہارے اعمال خداوند کریم کی نگاہوں سے پنہاں نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تمام عالم حق تعالیٰ کے

سامنے موجود ہے۔

۲۔ ممکن ہے اس آیۃ شریفہ میں ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہو جن کے دلوں میں ایمان داخل ہو چکا ہو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ظاہری طور پر شہادتین پر ایمان اور اعتقاد تو رکھتا ہے لیکن اس کا دل اس سے بے خبر ہوتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے اصول پنجگانہ پر اعتقاد اور یقین رکھتا ہو۔ لیکن یہ اعتقاد اور یقین اس کے دل میں نہ اتر سکا ہو۔

شاید بعض خاص مومنین کے علاوہ دوسرے سب اسی زمرہ میں آتے ہوں۔ اگر انسان کا دل روز محشر اور سزا و جزا سے آگاہ اور اس پر ایمان لے آیا ہو تو معصیت اور نافرمانی کا سرزد ہونا بعید از امکان ہے۔ شاید بعض مومنوں سے گناہوں کے سرزد ہونے کی اصل وجہ یہی ہے جس کا دل خدا کے سوا ہر معبود کی نفی کرتا ہو وہ غیر حق تعالیٰ کی جانب مائل نہیں ہوتا نہ ہی غیر اللہ کی تعریف و توصیف کرتا ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی سے خوف زدہ ہوتا ہے۔

بیٹا! میں کبھی دیکھتا ہوں کہ تم ناروا تہمتوں اور جھوٹی افواہوں کی وجہ سے پریشانی کا اظہار کرتے ہو! اولاً تمہیں یہ بتا دوں کہ جب تک تم زندہ اور محرک ہو اور لوگ تم میں تاثر اور اثر انگیزی کے اثرات ملاحظہ کرتے رہیں گے تو تم تہمتوں اور افواہوں سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

توقعات دن بدن بڑھ رہی ہیں، رکاوٹوں میں اضافہ اور حسد زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ معاشرے میں جو شخص فعال اور متحرک ہے۔ اگرچہ اس کا عمل خالصتاً خدا کے لیے ہو، تب بھی وہ بُرے لوگوں کی گزند سے محفوظ نہیں رہ سکتا میں بذات خود ایسے متقی اور پرہیزگار عالم دین کو جانتا ہوں جو جب تک مقام و منصب تک نہیں پہنچا، سب اس کو نیک الفاظ سے یاد کرتے رہے۔ اہل علم اور دوسرے حضرات کے ساتھ بھی اس کی اچھی سلام دُعا تھی۔ لیکن جونہی وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا اور اپنے عہدے کے اعتبار سے دینوی مقام (اگرچہ وہ مقام ناچیز تھا) حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، لوگوں کی طرف سے تہمتوں اور تنقیدوں کا نشانہ بننے لگا، حسد اور رکاوٹیں پیدا ہونا شروع ہوگئیں اور جب تک حیات کی قید و بند میں رہا اس کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا گیا۔

ثانیاً جان لو کہ وحدت الہ، وحدت معبود، وحدت موثر پر ایمان شاید بلکہ حتماً تمہارے دل تک نہیں پہنچا ہے۔

کلمۂ توحید جو کہ واجب الاحترام اور لائق عزت ہے اور بلند ترین مقام رکھتا ہے، اس کو اپنی عقل کی وساطت سے دل تک پہنچانے کی کوشش کرو۔

عقل کا سب سے بڑا فائدہ برہان اور دلیل عقلی پر اعتقاد رکھنا ہے۔

اور اگر یہی برہان اور دلیل مجاہدت اور تلقین کے ذریعے قلب تک نہ پہنچ

سکے تو اس کا اثر اور فائدہ کچھ بھی نہیں ہے۔

بسا اوقات یہی برہان عقلی اور فلسفیانہ استدلال کے حامل افراد دوسروں کی نسبت شیطان اور خبیث نفس کے جال میں زیادہ پھنستے ہیں۔ ع۔ پائے استدلالیان چوبین بود ..... اور یہ برہانی اور عقلی قدم صرف اسی صورت میں روحانی اور ایمانی قدم میں تبدیل ہو سکتا ہے جب عقل کے ذریعے دل تک پہنچ جائے اور اثبات عقلی کے استدلال پر دل ایمان لے آئے۔

بیٹا اپنے دل کو خدا کے سپرد کرنے کے لیے مجاہدت اور کوشش کرو اور اس کے سوا کسی کو موثر نہ جانو۔ کیا مسلمان شب و روز میں کئی مرتبہ نماز نہیں پڑھتے۔ وہ نماز جو توحید اور معارف الٰہی سے سرشار ہے۔ ہر شب و روز "ایاك نعبد" کا ورد کیا جاتا ہے اور عبادت و اعانت کا مرکز خدا ہی کو قرار دیا جاتا ہے (بیان کی حد تک) لیکن حق پرست مومنین اور خداوند تعالیٰ کے خاص بندوں کے سوا دوسرے تمام لوگ ہر دانشور، با اقتدار اور سرمایہ دار طبقہ کا احترام کرتے ہیں اور کبھی تعظیم اور احترام میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اس میں معبود حقیقی کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہر کسی سے اعانت اور مدد طلب کرتے ہیں اور خس و خاشاک ہر نشہ آور اشیاء پر پنجہ مارتے ہیں تاکہ تمناہائے شیطانی کو پورا کر سکیں اور حق تعالیٰ کی قدرت

سے غافل ہو جاتے ہیں ۔ اسی لیے ممکن ہے ۔ ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہو جن کے دلوں میں ایمان رسوخ کر چکا ہو، ان لوگوں کے لیے تقوی کا امر دوسروں کی نسبت بہت فرق رکھتا ہے۔ یہاں پر تقوی سے مراد ناشائستہ اعمال سے تقوی اختیار کرنا نہیں ہے، بلکہ غیر کی جانب توجہ سے تقوی اختیار کرنا مراد ہے اس طرح غیر حق سے استمداد اور عبودیت سے تقویٰ، کسی غیر کو اسکی بجائے دل میں جگہ دینے سے تقوی اور غیر خدا پر انحصار و توکل سے تقوی اختیار کرنا مراد ہے۔

اور جو کچھ تم دیکھتے ہو، ہم جیسے اور ہم سب اس میں مبتلا ہیں اور جو چیز تمہارے اور میرے اندر جھوٹی افواہوں اور پروپیگنڈے سے خوف طاری کرتی ہے ۔ اسی طرح موت کا خوف اور عالم طبیعت سے رہائی یہ سب اسی زمرے میں آتا ہے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان امور سے تقوی اختیار کیا جائے ۔ پس اس صورت میں آیہ شریفہ "ولتنظر نفس ما قدمت لغدٍ" سے مراد افعال قلبی ہیں جس کی صورت عالم ملکوت میں موجود ہوتی ہے اسکے اوپر بھی ایک صورت ہوتی ہے اور خداوند متعال دل کے خطرات سے آگاہ اور باخبر ہے البتہ اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم کوشش اور مجاہدت کو ترک کر دو اور خود کو بیکار اور لایعنی تصور کرنے لگو اور ہر ایک سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو جاؤ کیونکہ یہ سنت الٰہی اور انبیاء علیہ السلام و اولیاء کرام کی سیرت کے منافی ہے ۔ یہ مقدس ہستیاں الٰہی و انسانی مقاصد کو پایۂ

تکمیل تک پہنچانے کے لیے ضرورت کے مطابق ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتی تھیں۔ لیکن ہم کور دلوں کی مانند نہیں جن کی مستقلاً اسباب پر نظر رہتی ہے بلکہ یہ عظیم ہستیاں اس منزل پر ہر چیز کو خداوند جل وعلا کی طرف سے جانتی تھیں۔ ہر چیز سے استعانت درحقیقت سرچشمہ خلقت سے اعانت تصور کرتی تھیں۔ اولیاء اللہ علیہم السلام اور دوسرے لوگوں میں بنیادی فرق یہی ہے۔ میں، تم اور ہم جیسے دوسرے مخلوق کی طرف نظر رکھتے ہیں اور اسی سے اعانت طلب کرتے ہیں، جبکہ ہم حق تعالیٰ سے غافل ہیں انبیاء اور آئمہ علیہم السلام استعانت کا حقیقی سرچشمہ اسی کو جانتے تھے۔ اگرچہ ظاہراً استعانت کا تعلق وسائل اور اسباب سے ہے۔ یہ عظیم ہستیاں ہر قسم کے اتفاقات اور وقائع کا اصل منبع و ماخذ اسی کو قرار دیتی ہیں۔ اگرچہ ظاہراً ہم جیسوں کو اسباب کچھ اور نظر آتے ہیں اسی لیے ہمارے نزدیک حوادث کتنے ہی تلخ اور ناگوار کیوں نہ ہوں، ان کے لیے لذت بخش اور شیریں ہوتے ہیں۔

بیٹا، ہم جیسوں کے لیے جو قافلہ "ابرار" سے بہت پیچھے ہیں، ایک نکتہ بہت قابل توجہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کی تربیت میں دخالت رکھتی ہے اور انسان جس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

ہمیں توجہ کرنی چاہیے کہ مدح وثنا سے حاصل ہونے والی خوشی اور سُرُ

اور تنقید وافواہ سے ناراحتی اور بے آرامی کا اصل سبب حب نفس ہے جو ابلیس ملعون کا بہت بڑا جال ہے۔

ہم دلی طور پر خواہش مند ہوتے ہیں کہ دوسرے ہماری تعریف اور ثنا خوانی کریں۔ اگرچہ ہمارے ناپسندیدہ اعمال وافعال اور خیالی خوبیوں میں سو (۱۰۰) گنا مبالغہ آرائی سے کام لیں، تنقید کے دروازے (اگرچہ حق کی خاطر) ہمارے لیے بند ہوں یا ثنا خوانی کی صورت میں ہم پر کھل جائیں عیب جوئی کے سلسلے میں اس لیے افسردہ نہیں ہوتے کہ وہ حق پر مبنی نہیں ہے اور اسی طرح مدحت اور ثناخوانی پر اس لیے مسرور نہیں ہوتے کہ وہ حق پر مبنی ہے، بلکہ چونکہ میرا عیب ہے اور میری مدح نہیں اس لیے ناراحت اور پریشان ہوتے ہیں۔ یہی وہ مصیبت ہے جو ہر جگہ پر حکم فرما ہے۔

اگر اس بات کی درستی جاننا چاہتے ہو تو جہاں تم سے کوئی بات یا فعل سرزد ہو اور اسی جیسا یا اس سے کہیں بہتر فعل کسی دوسرے سے سرزد ہو اور لوگ اس کی مدح سرائی اور ثناخوانی کرنے لگیں تو تمہیں ناگوار گزرتا ہے بلکہ اس سے بھی بالاتر یہ کہ اگر اس میں موجود برائیوں اور عیبوں کی تعریف ہونے لگ جائے جس کو تم ناپسند کرو تو جان لو کہ شیطان اور نفس امارہ جو اس سے بھی بدتر ہے، کاملاً اس میں موجود ہے۔

بیٹا! کتنا اچھا ہو اگر تم اپنے آپ کو تلقین کرو اور اپنے آپ کو یہ باور

کر دالو کہ ایک حقیقت اور واقعیت جس کی لوگ مداح سرائی اور ثناخوانی کرتے ہیں، بسا اوقات انسان کی ہلاکت کا موجب بن سکتی ہے اور تہذیب نفس اور تربیت سے بہت دور لے جاسکتی ہے۔ ہمارے نفس میں موجود اچھی اور خوبصورت چیزوں کی برائی اور بدگوئی کرنے کی صفت ہی ہم جیسے ضعیف النفس افراد کو خداوند جل و علا کی نگاہوں میں مقصد سے بہت دور اور بدبختیوں سے دوچار کر دیتی ہے۔ شاید عیب جوئی اور افواہیں ہمارے نفسانی عیوب کے علاج کے لیے سودمند ہوں اور حقیقت حال بھی یہی ہے بالکل اسی طرح جیسے دردناک اور تکلیف دہ آپریشن مریض کے لیے سلامتی اور شفایابی کا باعث ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو ہمیں اپنی ثناخوانی اور تعریفوں کی بنا پر جوار حق سے دور کر دیتے ہیں، ایسے دوستوں کی مانند ہیں جو اپنی دوستی کی آڑ میں ہم سے دشمنی کرتے ہیں اور جو لوگ عیب جوئی اور افواہوں کے ذریعے ہم سے دشمنی کرتے ہیں درحقیقت وہ ایسے دشمن ہیں جو اپنے عمل کے ذریعے اگر ہم اس قابل ہوں تو ہماری اصلاح کا باعث بنتے ہیں اور دشمنی کی صورت میں ہم سے دوستی کرتے ہیں۔ بس اور تم اگر اس حقیقت کا ادراک کر لیں۔ اور شیطانی اور نفسانی حیلے ہمیں حقیقت کو جس طرح ہے اسی طرح سمجھنے کے قابل چھوڑ دے تو اس وقت مداحوں کی مدح سرائی اور ثناخوانی سے اس طرح پریشان ہوں گے جیسے آج عیب جوئی اور افواہوں سے ناراحت

ہوتے ہیں اور عیب جوئی کا اس طرح خندہ پیشانی سے استقبال کریں گے جس طرح آج مداحوں کی مدح سرائی اور ثنا خوانی کا استقبال کرتے ہیں۔

یہ بات اگر تمہارے دل پر اثر انداز ہو جائے تو تمہیں کبھی جھوٹی افواہوں اور ناسزا کلمات سے پریشانی نہیں ہوگی اور تمہیں دلی آرام نصیب ہوگا۔ کیونکہ اکثر اوقات ناراحتی اور پریشانی خود خواہی کی بنا پر ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو اس سے نجات دلائے۔

۳۔ اس آیہ شریفہ میں تیسرا احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ صاحبان ایمان جو خواص اہل معرفت میں سے ہیں اور مقام ربوبیت کے شیفتہ اور جمال جمیل کے عاشقوں میں سے ہیں ان سے خطاب کیا گیا ہو۔ جو نگاہ قلب اور باطنی معرفت کے ذریعے تمام موجودات میں جلوہ حق کا نظارہ کرتے ہیں اور ہر جگہ نور اللہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جو آیۂ شریفہ اللّٰہ نور السمٰوات والارض کی پہچان اپنے معنوی مشاہدے اور قلبی سفر کے ذریعے کر چکے ہیں۔ اس احتمال کے پیش نظر عاشقان الٰہی اور خواص کے لیے تقویٰ کا حکم دوسروں کی نسبت بہت فرق رکھتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ رویت کثرت اور قابل رویت اور مرئی شہود سے تقویٰ اختیار کرنا مراد ہو۔ غیر کی طرف توجہ سے تقویٰ اگرچہ کہ وہ خلق سے حق کی طرف توجہ کی صورت میں ہو۔ تقویٰ اس سے ہو۔

مَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ وَمَعَہٗ وَبَعْدَہٗ

میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی کہ جس سے پہلے جس کے ساتھ اور جس کے بعد میں نے اللہ کو نہ دیکھا ہو [11]

کہ جو خالص اولیاء کے عام مقامات میں سے ہے۔ اس میں کچھ خامی موجود ہے "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کے مشاہدے سے تقویٰ مراد ہو سکتا ہے نیز ھو معکم [12] اور "وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" [13] کے مشاہدے سے تقویٰ ہو سکتا ہے تقویٰ جلوہ جمال حق سے "شجرہ" میں ہو سکتا ہے اسی طرح ہر اس امر سے تقویٰ کہ جس میں مخلوق کے ذریعے رویت حق ہو۔ اس لحاظ سے جو کچھ ہم نے آنے والے کل کو تقدیم کیا اور سونپا ہے (۱۴) یعنی خلق میں مشاہدہ حق کے حالات اور کثرت میں وحدت کی دیگر عوالم میں اپنی مناسب صورت ہے۔

۴۔ ممکن ہے اس آیۃ شریفہ میں خدا کے ان خالص اور برگزیدہ اولیاء کی جانب اشارہ ہو جو خلق خدا میں رویت حق جمال حضرت حق اور کثرت میں وحدت فعلی کے مرحلے کو عبور کر چکے ہوں جن کے مشاہدات کے آئینہ میں غبار خلق کے اثرات بالکل نہیں اور اس مرحلے میں وہ شرک خفی سے پاک ہو گئے ہیں لیکن دل کو اسماء حق کی تجلیوں کے سپرد کر چکے ہیں اور حضرت حق کے اسماء کے فریفتہ اور عاشق ہو چکے ہیں اور اسماء کی تجلیوں میں انکو غیر فانی اور اسماء کے جلووں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اس احتمال کے پیش نظر حکم تقویٰ سے مراد کثرت اسماء کی رویت اور رحمانی اور

رحیمی جلووں اور دوسرے اسماء اللہ سے تقویٰ اختیار کرنا ہے گویا ان کو یہ فریاد سنائی دے رہی ہے کہ ازل سے ابد تک ایک ہی جلوہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں اور تمام فقرات کی اسی امر کی مناسبت سے تعبیریں ہوں گی۔ اگر اس سے قدم اور آگے بڑھائیں تو ایسی منزل آتی ہے جہاں شاہد، مشاہدہ اور شہود کہ جس میں سالک کو ہر سوا اسی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ درکار نہیں بلکہ "ھُو" مطلق میں فنا ہونا ہے اور لا ھوالا ھو ہی صرف باقی رہ جاتا ہے۔

۵۔ ان سب احتمالات میں سے جامع ترین احتمال یہ ہے کہ ہر لفظ جیسے "آمنوا" "اتقوا" "انظروا" "ما قدمت" اسی طرح دوسرے الفاظ کو ان کے مطلق معانی میں استعمال کیا جائے اور اس کے تمام مراتب حقیقت پر مبنی ہیں یعنی جس کے الفاظ کے قید اور حد وحدود سے مطلق معانی کے لیے موضوع کے عنادین ہیں۔ اس کے علاوہ اگر دوسرے احتمالات بھی ہوں تو وہ بھی انہی مراتب کے تحت آجائیں گے۔

پس اس بنا پر مومنین کا ہر گروہ اپنے حقیقی معنی میں شامل ہو جائیگا کیونکہ یہ عنوان مطلق کے مصداقوں میں سے ہیں۔ یہی مطلب دیگر بہت سی روایات کو سمجھنے کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ یہ روایات آیات کو ایک گروہ یا شخص پر منطبق کرتی ہیں جس سے اختصاص کا گمان ہوتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مصداق یا مصادیق کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا احتمالات کی روشنی میں آیہ شریفہ "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[۵] کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے جو گزشتہ آیت کے بعد ذکر کی گئی ہے۔ اس آیۃ شریفہ میں بھی مذکورہ بالا احتمالات کی طرح مختلف المراتب اور ایک ہی حقیقت کے حامل احتمالات موجود ہیں جن کی تفصیل بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں صرف ایک عمدہ نکتے کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ نسیان حق نسیان نفس کا موجب بنتا ہے چاہے نسیان فراموشی کے معنی میں ہو یا ترک کے دونوں صورتوں میں خبردار کیا جا رہا ہے۔

حق تعالیٰ کو فراموش کر دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو فراموش کر دے یا کہو کہ حق تعالیٰ اسے فراموشیٔ نفس کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور یہی بات گزشتہ تمام مراحل میں صادق آتی ہے۔ عمل کی منزل پر جو شخص حق تعالیٰ جل شانہ کو فراموش کرتا ہے وہ اپنے نفس کو فراموش کر دیتا ہے یا اس کو کھینچ لیا جاتا ہے۔ اپنی بندگی کو فراموش کر دیتا ہے اور مقام عبودیت سے فراموشی اور نسیاں کی جانب چلا جاتا ہے۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ اس کی ذمہ داری کیا ہے۔ اس کی عاقبت کیسی ہے؟ شیطان اس میں حلول کر جاتا ہے اور اس کے نفس کی جگہ خود بیٹھ جاتا ہے۔ شیطان جو کہ عصیاں اور طغیان کا سبب ہے اگر انسان اپنی شناخت

نہ کرے اور یاد حق کی جانب نہ لوٹ جائے اور اسی طغیان اور نسیاں کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوجائے تو شاید روز محشر خدا کی بارگاہ میں شیطان رجیم کی صورت میں پیش ہوگا۔

اگر نسیان سے مراد ترک لیا جائے تو انتہائی دردناک پہلو سامنے آتا ہے۔ کیونکہ اگر حق تعالیٰ کی اطاعت ترک کرنا اس بات کا موجب بنے کہ حق تعالیٰ اس کو ترک کردے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دے اپنی عنایات سے محروم کردے تو بلاشک وشبہ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوجائے گا۔

انبیاء اور آئمہ معصومین علیہم السّلام کی دُعاؤں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نفس پر انحصار نہ کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے (۱۶) کیونکہ یہ ہستیاں اس کے نتائج اور عواقب سے آگاہ تھیں لیکن ہم اس سے غافل ہیں۔

بیٹا! تمہاری نگاہ میں گناہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس کو کم اہمیت کا نہ سمجھنا۔۔۔۔۔انظرالی من عصیت ؎له ...... اس نظر سے اگر دیکھا جائے تو تمام گناہ گناہان کبیرہ میں سے ہیں۔ کسی چیز پر مغرور مت ہو۔ ہر چیز خداوند تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اگر تمام موجودات عالم سے ایک لحظ کے لیے بھی اس کی عنایات اور رحمتیں منقطع ہوجائیں تو کوئی اثر حتیٰ انبیاً و مرسلین علیہم السّلام اور ملائکہ مقربین کے اثرات بھی باقی نہیں رہیں گے۔

چونکہ تمام عالم میں حق تعالیٰ کا جلوہ رحمانیت ہے اور خداوند تعالیٰ کی رحمت رحمانی کا دائمی اور مسلسل (الفاظ اور تعبیر میں کوتاہی کے ساتھ) ہونا ہی اس وجودی نظام کی بقار کا ضامن ہے (ولا تکرار فی تجلیہ جل وعلا)

کبھی اسی بات کو یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر تکرار نہ ہو تو گویا اس کا فیض مسلسل نہیں ہے۔

بہرصورت اس کے وجود کو فراموش نہ کرو اس کی رحمت پر مغرور نہ ہو چنانچہ مایوسی بھی درست نہیں ہے اور اسی طرح شافعین محشر کی شفاعت پر بھی مغرور نہ ہو کیونکہ یہ سب الٰہی پیمانے ہیں جس سے ہم بے خبر ہیں۔

معصومین (ع) کی دعاؤں کا مطالعہ کرو اور ان کے خوف حق اور عذاب الٰہی سے مناجات کی صورت میں سوز و گداز کو اپنے افکار و اعمال کے لیے نمونہ عمل قرار دو۔ (۱۸)

ہوائے نفس اور نفس امارہ کا شیطان ہمیں غرور میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسی راہ سے ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔

بیٹا! دنیا کے پیچھے کبھی نہ بھاگنا اگرچہ وہ حلال راستہ ہو کیونکہ حب دنیا اگرچہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہو، تمام خرابیوں کی جڑ ہے [۱۹] اور یہ بجائے خود ایک بہت بڑا حجاب ہے۔ جو انسان کو لا محالہ حرام کی طرف لے جاتا ہے۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالیٰ نے تمھیں جس قوت جوانی سے نوازا ہے اس کے ذریعے سے انحراف

کی جانب اٹھنے والے پہلے قدم کو روک سکتے ہو کہیں ایسا نہ ہو یہی قدم دوسرا اور پھر تیسرا قدم اٹھانے کا موجب بنے کیونکہ ہر قدم اپنے خاص اثرات رکھتا ہے اور ہر گناہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو بڑے گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان کی نظر میں بڑے بڑے گناہ بھی چھوٹے اور معمولی ہو جاتے ہیں بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرکے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور کبھی دینوی حجابات اور شدید ظلمتوں کی وجہ سے معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

میں خداوند جل اسمہٗ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اپنے جمال جمیل سے تمہارے دل کی آنکھوں کو منور کردے تمہاری آنکھوں کے سامنے سے حجابات کا پردہ اُٹھا دے اور تمہیں شیطانی اور انسانی قیود سے نجات عطا فرمائے تاکہ تمھیں اپنے باپ کی طرح ایام جوانی گزر جانے کے بعد حالت ضعیفی میں گزشتہ اعمال پر شرمندگی اور افسوس کے آنسو نہ بہانے پڑیں۔ اپنے دل کو جوارِ حق سے وابستہ کرلو تاکہ کسی بھی حادثہ اور واقعہ پر دہشت زدہ نہ ہو اپنے دل کو ہر چیز کی قید سے آزاد کرلو تاکہ شرک خفی و اخفی سے نجات پاسکو۔

ان آیات کے بعد سورہ حشر کے آخر تک ایسے بہت سے عمدہ اور قابل توجہ مسائل ہیں جن کو بیان کرنے کی نہ تو مجھ میں سکت ہے اور نہ طبیعت اِدھر آتی ہے۔

بار الہٰا! احمد کو اپنے حضور محمود فاطمی [۲۰] کو مفطوم اور حسن [۲۱] کو احسن فرما، یا سر [۲۲] کو یسر [۲۳] عطا فرما اور اس خاندان کی جو اہل بیتؑ عصمت سے منسوب ہے اپنی خاص عنایات کے ذریعے تربیت فرما اسے داخلی اور خارجی شیاطین سے محفوظ رکھ اور انہیں دنیا و آخرت میں سعادت عطا فرما۔

آخر میں میری وصیت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب کی خدمت کرنے کی کوشش کرنا خصوصاً تمہاری ماں جو ہم پر بہت سے حق رکھتی ہے اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔

والحمد للّٰہ اولاً و آخراً والصلوۃ علے رسول اللّٰہ و آلہ الاطھار واللعن علے اعدائھم

روح اللہ الموسوی الخمینی

بتاریخ ۱۷ شوال ۱۴۰۴ھ / ۲۶ تیر ۶۳

توضیحات

(۱) آیت شریفہ الذین آمنوا ولطمئن قلوبھم بذکر اللہ الابذکر اللہ تطمئن القلوب۔ سورہ رعد آیت ۲۸ کی جانب اشارہ ہے۔

(۲) فرزند آدم جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے! توں توں اس میں دو خصلتیں جوان ہوتی رہتی ہیں ایک حرص اور دوسری بڑی بڑی امیدیں (وافی ج ۳ صفحہ ۸۹۰) والخصال ج ا ص ۳۷، معمولی اختلاف کے ساتھ)

(۳) فرمان رسولؐ جو اس حال میں صبح کرے کہ اپنے دن بھر کے پروگرام میں امور مسلمین کو جگہ نہ دے تو وہ مسلمان نہیں۔ (اصول کافی ج ۳ صفحہ ۲۳۸: کتاب الایمان والکفر: باب اہتمام امور المسلمین) حدیث ا-۱۴ معمولی اختلاف لفظی کے ساتھ۔

(۴) اہمیت نیت کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ مثلاً مشہور و معروف روایت "انما الاعمال بالنیات" اور الاعمال الابالنیہ

نیز "کل عامل یعمل علی نیته"۔ (اصول کافی باب النیه کتاب الایمان والکفر)

(۵) وانر ابصار قلوبنا بضیاء نظرها الیك حتیٰ تخرق ابصار القلوب حجب النور" ہماری چشم ہائے قلب کو اپنی طرف دیکھنے کے لیے روشن فرما تاکہ وہ نور کے حجابات کو پارہ پارہ کر دیں (بحار الانوار ج ۹۱ صفحہ ۹۷)

(۶) کہہ دیجیے! میں تو صرف اس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہو دو دو اور ایک ایک۔

(۷) اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھے بھالے کہ اس نے کل کے لیے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ سورۂ حشر آیت ۱۸

(۸) سورہ کہف آیت ۴۹۔ سورہ عمران آیت ۳۰۔ سورہ نجم آیت ۴۰ و سورہ زلزال آیات ۶۔ ۷ اور ۸۔ (روایات) حضرت امام جعفر صادقؑ سے اصول کافی ۳۔ ۴۳ کتاب الایمان والکفر۔ باب الصبر حدیث ۸ دوسری روایت آپ ہی سے بحار الانوار ۶-۲۶۵

(۹) پائے استدلالیان چوبین بود پائے چوبین سخت بے تمکین بود
(مثنوی معنوی جلد اوّل)

(۱۰) سورہ نور آیت ۳۵

(۱۱) علم الیقین ج ۱ صفحہ ۴۹

(۱۲) تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ (الحدید ۴۰)

(۱۳) میں نے اپنا رخ اس کی جانب کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ (انعام ۔ ۷۹)

(۱۴) یہ مذکورہ آیت ولتنظر نفس ما قدمت ...... کی طرف اشارہ ہے۔ (سورہ حشر آیت ۱۸)

(۱۵) ان کے سے نہ ہو جاؤ کہ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پس اللہ نے بھی اُن کے وجود کو نظر انداز کر دیا۔ یہی تو فاسق ہیں۔ (حشر ۱۹)

(۱۶) یہ دیکھ کہ چھوٹے سے گناہ میں بھی نافرمانی کتنے عظیم مالک کی ہے۔
اصول کافی کتاب الادعاء باب القول عند الاصباح والامساءٗ
حدیث ۱۔ باب الاعاد للکرب والھم حدیث ۔ ۲ ۔
باب دعوات موجزات الجمیع الحوائج حدیث ۱۵۔
صحیفۂ سجادیہ دعا ۲۲۔

(۱۷) اس کی طرف دیکھو جس کی تم نے نافرمانی کی ہے۔

(۱۸،۱۹) حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السّلام کی روایات ہیں۔ اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب ذم الدنیا والزہد

فیہا حدیث ۱۱ و باب حب الدنیا والحرص علیہا حدیث ۱۔
(۲۰) امام کی بہو فاطمہ جسے پیار سے گھر میں فاطی کہتے ہیں۔
(۲۱) امام کا پوتا
(۲۲) امام کا پوتا
(۲۳) آسانی۔ راحت

راہِ معرفت

رہبر کبیر انقلاب اسلامی بنیان گزار جمہوری اسلامی ایران مرجع شیعیان جہان مجاہد عظیم الشان آیت اللہ العظمیٰ حضرت آقائے سیّد روح اللہ الموسوی الخمینی علیہ الرحمہ۔ کا اپنے نورِ نظر حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے سید احمد الخمینی ـــ کے نام خط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تمام تعریفیں خداوند عالم ہی کے لیے ہیں جس کے علاوہ کوئی نہ رحمٰن ہے نہ رحیم۔ نہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت کی جاسکتی ہے نہ کسی اور سے استعانت کی جاتی ہے۔ نہ اُس کے سوا کسی کی حمد بجالائی جاتی ہے نہ اُس کے علاوہ کوئی رب یا مُربّی (کائنات) ہے۔ وہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے، وہی ہادی و مرشد (حقیقی) ہے اور اسی کی ذات سرچشمۂ معرفت ہے۔ وہ اوّل بھی ہے آخر بھی، ظاہر بھی اور باطن بھی۔

درود و سلام ہو تمام پیغمبروں کے سردار، سب کے پیشوا (حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جنھوں نے عالم غیب سے عالم شہود میں ظاہر ہو کر دائرہ وجود کی تکمیل کر دی اور اُسے ابتدا کی طرف مائل کر دیا،

اور (صلوٰۃ و سلام ہو) اُن کے اہلبیت طاہرین علیہم السّلام پر جو اسرار

خداوندی کے خزینہ دار، اُس کی حکمت کے سرچشمے اور پوری کائنات کے ہادی و رہنما ہیں۔

اما بعد!

یہ ایسے پیر ناتواں کا وصیت نامہ ہے جس نے اپنی نوے سال کی زندگی کا تقریباً پورا عرصہ کجروی اور طبیعت کی مدہوشی میں غرق رہ کر بسر کر دیا اور اب اس زوال پذیر زندگی کو جہنم کی گہرائیوں کی طرف مہمیز کر رہا ہے جسے (ذاتی طور سے) نجات کی توقع نہیں ہے لیکن خداوند عالم کی رحمت اور اس کے لطف و کرم سے مایوس نہیں ہے بس صرف اسی سے اُمید رکھتا ہے مروجہ علوم "قیل و قال" کی تنگنائے میں محدود ہے۔ اُس کے پیچ و خم (میں اُلجھا ہوا یہ بندہ) خود کو اتنا عاجز محسوس کرتا ہے کہ بس خدا ہی اس کی کوتاہیوں سے باخبر ہے (اور وہی رحمت و مغفرت عطا کرنے والا ہے)

یہ وصیت نامہ ایک ایسے جوان کے نام ہے جس کے بارے میں اُمید ہے کہ خداوند بزرگ و برتر کی توفیق اور ہادیان برحق علیہم السّلام کی ہدایت سے (یہ جوان) حق تک پہونچنے کی راہ پالے گا اور (حالات و افکار کی) جس یورش نے اس کے باپ کو دبوچ رکھا تھا، اُن سے یہ محفوظ رہے گا۔

پیارے بیٹے احمد! ۔ خداوند عالم تمہیں سلامت رکھے، ان اوراق پر غور کرو اور (جیسا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے "یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے"۔۔۔ میں جو کچھ (بطور نصیحت) تم

سے کہہ رہا ہوں اگرچہ خود میرا دامن (ان باتوں) سے خالی ہے، لیکن اُمید ہے کہ (یہ باتیں) تمہارے لیے باعثِ نصیحت ثابت ہوں گی (اور تم ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کرو گے۔

یاد رکھو کہ — موجوداتِ عالم میں سے کوئی موجود، عالم غیب وجبروت کا کوئی مخفی راز، یا اس سے بلندتر یا کمتر (ذرہ ہو یا آفتاب، ذاتی طور سے) کچھ نہیں ہیں، ان کی قدرت، ان کا علم ان کی فضیلت (ذاتی) نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے پروردگار عالم کا عطا کردہ ہے، وہی وہ ذات ہے کہ ازل سے ابد تک کے تمام معاملات کی زمامِ کار اس کے دست قدرت میں ہے، وہی یکتا ہے، وہی یگانہ و بے نیاز ہے۔

اپنے جیسی تہیدست، معمولی اور حقیر مخلوقات سے نہ تو خوف رکھنا اُو نہ انہیں اُمید بھری آنکھوں سے دیکھنا۔ کیونکہ خدا کے علاوہ کسی سے (حقیقی) اُمید رکھنا (یک گونہ) شرک اور اس کے علاوہ کسی سے ڈرنا شیوہ کفر ہے۔

اے نورِ نظر — جب تک جوانی کی نعمت سے بہرہ ور ہو اپنی اصلاح کرنے کی پوری کوشش کرو کیونکہ بڑھاپے میں تو ہر چیز اختیار سے باہر ہو جاتی ہے۔ شیطان کی ایک حیلہ سازی، جو شاید اس کی بڑی مکاریوں میں سے ایک ہو، جو تمہارے باپ کو جکڑے رہی ہے۔ سوائے (اس وقت) کے جب رحمت پروردگا شاملِ حال ہو سستی اور مہلت کو طولانی سمجھنا ہے۔ نوجوانی کے زمانہ میں (انسان

کا) اندرونی شیطان، جو اُس کا سب سے بڑا دشمن ہے، اُسے اصلاحِ نفس کی جستجو سے روکتا رہتا ہے اور یہ دلاسہ دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو بہت وقت ہے، ابھی تو جوانی سے لطف اندوز ہونے کا زمانہ ہے۔ اِسی طرح انسان کے جو لمحات و ساعات اور ایام گزرتے جاتے ہیں، باطنی شیطان جھوٹی تسلیوں کے ذریعہ اُسے اصلاحِ نفس کی جستجو سے روکتا رہتا ہے ......

یہاں تک کہ جوانی کے دن پورے ہو جاتے ہیں اور جب ایامِ جوانی تمام ہو جاتے ہیں تو شیطان تھپکی دیتا ہے کہ بڑھاپے میں اپنی اصلاح کر لینا۔ لیکن بڑھاپے میں یہ شیطانی خیالات ختم نہیں ہوتے بلکہ وہ اسے ورغلاتا ہے کہ آخری عُمر میں توبہ کر لینا (کیونکہ توبہ کا دروازہ تو عمر کے آخری حصّے تک کھُلا رہتا ہے۔) لیکن جب زندگی کے آخری لمحات قریب آجاتے ہیں، موت سامنے نظر آتی ہے تو شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے (ذاتِ خداوندی کو اس شخص کی نگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہستی کے طور پر پیش کرے جو اس کی پسندیدہ دنیا کو اُس سے چھین رہا ہے۔

یہ حالت تو اُن لوگوں کی ہے جن کا فطری نور (حق پرستی) مکمل طور پر خاموش نہ ہوا ہو۔ لیکن ایسے بھی (بہت سے) لوگ ہیں جو دنیا میں اس طرح غرق ہو چکے ہیں کہ ان کو اصلاحِ نفس کا خیال بھی نہیں آتا، اور دنیا

کی فریب کاریوں نے انہیں سر سے پیر تک جکڑ رکھا ہے ۔ عام طور سے جو لوگ صاحبان علم کہے جاتے ہیں اُن کے درمیان بھی ہیں نے بعض ایسے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جن میں سے کچھ ابھی زندہ بھی ہیں جو تمام مذاہب کو بے حقیقت اور لادینی سمجھتے ہیں۔

اے نورِ نظر ۔۔ اِس بات پر توجہ رکھو کہ ہم میں سے کسی شخص کو بھی مطمئن نہیں ہونا چاہئے کہ شیطان اسے دھوکہ نہ دے سکے گا۔

اے پیارے بیٹے ۔حضرات آئمہ معصومین علیہم السّلام کی دعاؤں کو پڑھو اور دیکھو کہ (بزرگان دین نے) اپنی نیکیوں کو (خاطر میں نہ لاتے ہوئے انہیں) کوتاہیاں شمار کیا ہے جن کی بنا پر (انسان) پروردگار عالم کی بارگاہ میں سرزنش کا حقدار بن سکتا ہے اور اُن (مقدس ہستیوں) نے بھی صرف رحمتِ پروردگار ہی سے اُمیدیں وابستہ رکھیں۔

دنیا پرست لوگ اور شکم پرست مولوی حضرات چونکہ خداوند عالم کی معرفت سے دور ہیں۔ اِن دعاؤں کی (من مانی) تاویلیں کرتے ہیں۔

اے نورِ نظر۔ (حق شناسی کا) مسئلہ ہمارے تصورات سے بہت بلند ہے۔ وہ ہستیاں جنہوں نے عظمت پروردگار کی خاطر خود کو قربان کر دیا اور جن کے پیش نظر ذاتِ برحق (اور اس کی خوشنودی) کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں تھی جہاں نہ ذکر و فکر باقی ہے نہ گفتار و سخن اور نہ اپنی ذات کی کوئی

فکر ہے۔ یہ مقدس دُعائیں محویت سے قبل یا بعد، بیداری کی حالت میں صادر ہوئے ہیں۔ جب وہ بارگاہِ قدس میں حاضر ہوتے تھے۔ جہاں ہمارے ذہن کی پہنچ نہیں اور مخصوص اولیائے خدا کے علاوہ کسی کے وہم و خیال کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا میں اپنی گفتگو کو اس راہ پر نہیں ڈالتا جس تک پہونچنے سے میں قاصر ہوں ۔۔ البتہ جو چیز میں اپنے نورِ نظر کے لیے ممکن سمجھتا ہوں اور اُمید ہے کہ خداوند عالم کے فضل و کرم اور اولیائے خدا علیہم السّلام کی تائید و نصرت سے تم اُسے حاصل کرسکو، اسی کا آغاز کرتا ہوں۔

اور یہ وہی چیز ہے جو قرآن کے اعلان کے مطابق فِطْرَةَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا (یہ اللہ کا فطری قانون ہے جس پر اُس نے بنیٔ نوعِ انسان کو پیدا کیا ہے) اور یہ سب کو حاصل ہے۔ یعنی توحید کا فطری تصور جو تمام انسانوں بلکہ جملہ موجودات کے اندر راسخ ہے۔ وہ بات جس کی طرف توجہ رہنی چاہیے اور ہر شخص کو اسی سمت میں قدم بڑھانا چاہئے چاہے علوم و فضائل کی منزل ہو یا معارف و کمالات کی۔ یہاں تک کہ خواہشات اور نفس کی ترغیبات میں بھی جس چیز کی طرف توجہ ہو۔ چاہے وہ منظورِ نظر افراد دنیاوی ہوں یا اخروی ظاہری ہوں یا خیالی اور مادی ہوں یا معنوی جیسے اہل و عیال کی محبت، اہلِ خاندان سے تعلقات دنیاوی سرآوردہ افراد

جیسے بادشاہوں، حکمرانوں اور فوج کے سپہ سالاروں سے محبت۔ یا اخروی لحاظ سے علماء، دانشوروں، عارفوں، اولیاء اور انبیائے کرام علیہم السّلام کی الفت ان تمام الفتوں اور محبتوں میں اصل توجہ ذاتِ کردگار کی طرف ہونی چاہیئے۔ تاکہ جو جنبش بھی ہو وہ اس تک پہونچنے کے لیے ہو اور جو قدم بھی اُٹھایا جائے وہ اسی کمال مطلق کی دہلیز پر جبہہ سائی کے لیے ہو!!

اب ہم جیسے لوگ (اس دنیا کے اندر) مختلف ظلمتوں کے حجاب میں بسر کر رہے ہیں جن میں سے بعض، بعض پر اثر انداز ہیں۔ ہمارا تمام رنج و غم اور پریشانیاں ان ہی حجابوں کی بنا پر ہیں۔ اِن حجابوں سے آزاد ہونے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ ہم یہ شعور پیدا کریں کہ ہم حجاب کے اندر ہیں تاکہ طبیعت کی یہ گراں خوابی جس نے ہمارے پورے وجود کو ظاہری و باطنی طور سے دبوچ رکھا ہے (اِس سے آزاد ہو سکیں) اور رفتہ رفتہ بیدار ہوں۔ اس بیداری کو بعض اہل سلوک و معرفت نے "منزلِ اول" قرار دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بیداری، اور ہوش میں آنا درحقیقت سیر و سلوک کی وادی میں قدم رکھنے کی تمہید ہے جس کے بعد ظلمتوں کے حجابات اُٹھنا شروع ہو جائیں، نورانی حجابات کا پردہ چاک ہو جائے اور انسان توحید کی "منزلِ اوّل" میں قدم رکھ سکے۔

اور اگر عقل کے بندھن کو توڑے بغیر ہم قدم آگے بڑھائیں تو وہ بھی اپنی تمام

بندشوں کے باوجود بھی نغمہ سرائی کرے گی اور یہ کہتی ہوئی نظر آئے گی کہ "کمال مطلق" وہ ہے جہاں سارے کمالات موجود ہوں ورنہ اسے "مطلق" نہیں کہا جاسکتا۔ اور ذاتِ واجب سے الگ ہو کر نہ کوئی کمال ہے نہ جمال اور نہ صاحبِ حُسن و جمال۔ کیونکہ یہ "غیریت وجدائی" معرفتِ پروردگار کے باب میں اتنی نازک اور سنگین ہے کہ اگر اسے الحاد نہ کہیں تب بھی شرک تو کہنا ہی پڑے گا۔"

پیارے بیٹے! سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ علم و دانش کے قدم سے رفتہ رفتہ آگے بڑھو، یہ جتنے بھی علوم ہیں درحقیقت ان کی حیثیت "حجاب اکبر" جیسی ہے جہاں قدم رکھنے کے بعد یہ ادراک و شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس طرح حجابات کو ختم کیا جائے؟ آؤ ہم دونوں مل کر وجدان کی طرف چلتے ہیں ممکن ہے کوئی راستہ نمایاں ہو جائے۔

ہر انسان، بلکہ تمام موجودات، فطری طور سے کمال سے محبت کرنے والے اور نقص سے نفرت کرنے والے ہیں۔ تم اگر علم حاصل کرتے ہو تو اسی لیے کہ وہ کمال ہے، اور اس لحاظ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہاری فطرت کسی بھی علم کو حاصل کر کے اس پر قانع ہو جائے بلکہ جیسے ہی یہ خیال آئے گا کہ اس سے بلند درجہ بھی علم کا موجود ہے، فطری طور سے اس کی طرف قدم بڑھانے کا شوق پیدا ہو گا جو علم حاصل ہو گیا وہ محدود اور ناقص نظر آتا ہے لہٰذا طبیعت اس سے اعراض کرتی

ہے اور دل اس سے بلند تر کمال کی طرف مائل رہتا ہے۔

اب اگر کوئی قادر و توانا اپنی قدرت و توانائی کی طرف توجہ رکھتا ہے تو یہ بھی کمال ہی کی طرف توجہ ہے نہ کہ نقص کی طرف!! اس لیے صاحبان قدرت اپنے سے بلند تر قدرت کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ قدرت مطلق اس موجود مطلق کی ذات اقدس ہے جس کی وجہ سے تمام چیزوں میں جلوۂ وجود نظر آرہا ہے۔ لہٰذا جس رُخ پر بھی نگاہ کریں اُسی ذات واجب کی طرف رُخ رہتا ہے، اگر انسان اس حقیقت سے بے خبر اور عالم حجاب ہی میں کیوں نہ ہو"۔ اور اگر وجدان کا قدم بڑھا کر صرف اسی حد تک ادراک و شعور حاصل کر لیا جائے، تو اُس ذاتِ واجب اور موجودِ مطلق کے ماسوا کسی چیز کی طرف توجہ باقی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ یہ وہ خزینہ ہے جو انسان کو دوسری ہر بات سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جس حد تک بھی اُس کے قریب پہنچ سکیں، گویا اپنی سب سے پسندیدہ چیز تک رسائی حاصل کر لی اور اُس سے جتنی دوری ہو اتنی اس شے سے دوری ہو گئی جو سب سے زیادہ محبوب ہو اور اس حالت میں مخالفوں کی طرف سے جتنی بھی نکتہ چینی یا ہرزہ سرائی ہو، اُس میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ منظور نظر ہستی کی محبت میں مل رہا ہے، نہ کہ ان لوگوں کی طرف سے ہے!!۔ اور اپنے دل کو اُس کمال مطلق (ذات پروردگار) کے علاوہ کسی چیز سے وابستہ نہیں کرو گے۔!!

اے نور نظر۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس ناقص قلم و زبان سے جو میرے پاس ہے، تم سے کچھ بات کروں!

تم بھی جانتے ہو اور دوسرے لوگ بھی اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ (ہم سب لوگ) اس نظام حیات کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں جو خداوند عالم کی توفیق خاص، اُس کے فضل و کرم۔ اس کی قدرت کاملہ، حضرت امام زمانہ علیہ السّلام کی تائید و نصرت اور ایران کی انقلابی قوم جن میں سے ہر فرد پر میری جان قربان ہو۔ کی فداکاریوں سے کامیابی سے ہمکنار ہوا اور جس نے تمام شیطانی طاقتوں کے سینے پر مُکہ مار کر انہیں (اس سرزمین سے) دور بھگایا ہے۔

وہ ظالمانہ شاہی نظام جو ہزاروں سال ظلم و ستم ڈھاتا رہا لوگوں کو اذیت پہونچاتا رہا اور صرف قتل و غارتگری میں مصروف رہا، اُسے (اس جراتمند قوم نے خداوند عالم کی توفیق اور امامؑ زمانہ کی تائید سے) ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا، اور جو طاقتیں اس شاہی نظام کے طفیل (قوم و ملک کے ساتھ) ظلم و ستم کرتی تھیں، اُن کے وسائل پر قبضہ کرتی تھیں اور ملّت کو نقصان پہونچا رہی تھیں اور آج بھی اُن میں سے بہت سے لوگ جو ملک سے باہر یا ملک کے اندر زندگی گزار رہے ہیں۔ اُسی (شاہی نظام) پر فریفتہ ہیں، مغربی بلاک کے لیے اپنے دلوں میں نہایت نرم گوشہ رکھتے ہیں (ان سب کو ہماری قوم نے)

سرنگوں کر دیا، اور وہ لوگ جو شیطانی طاقتوں اور پروپیگنڈہ کے وسیع عالمی (وسائل سے مالا مال تھے بلکہ انٹرنیشنل پروپیگنڈہ مشینری) اُن کے تابع فرمان تھی۔ انہیں اَوج کمال سے کھینچ کر نیچے اُتار دیا، بین الاقوامی سطح پر ان کے خد و خال کو واضح کر دیا، اور اُن کی ذلت و خواری (کی داستانوں) کو زبانوں پر عام کر دیا ـــــ اب صورت حال یہ ہے کہ یہ تمام دشمن طاقتیں، خاص طور سے امریکی سامراج، دنیا بھر میں اپنے پٹھوؤں کے ذریعہ (پسماندہ اقوام میں شورش پھیلا رہی ہیں) یہ لوگ اسلام کی طاقت سے ناواقف ہیں اور ہماری قوم کے اندر بھی بہت سے افراد جو ان (مغربی طاقتوں) کے فریب میں مبتلا اور ان کی طاقت سے مرعوب ہیں، زندگی گزار رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی تلواریں ہمارے جمہوری نظام اور اس کے رہنماؤں کے خلاف بے نیام کر رکھی ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ (کب موقع ملے اور) اِس جمہوریت کو نیست و نابود کر دیں، (کیونکہ ہمارے اس جمہوری نظام کی وجہ سے) مغربی دنیا کے مفادات خطرے میں پڑ گئے ہیں اور (ہمارے ملک کے اندر) اسلام ہی کی قوت وہ ہے جس نے (اثر و نفوذ پیدا کر کے) اِن مغربی مفادات کو خطرے سے دوچار کیا ہے۔

اسی طرح کمیونسٹوں کے مشرقی بلاک میں، جہاں ہر اُس آواز کی مخالفت کی جاتی ہے جو اُن کے اقتدار کے خلاف ہو اور جس نے تقریباً آدھی دنیا پر

تسلط جما رکھا ہے ۔ اسلام کی طاقت کو اپنے اور اپنے دوستوں کے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھا جارہا ہے اور یہ لوگ اندرونی و بیرونی سطح پر اپنا دل ہار چکے ہیں، اور شیطان بزرگ کی پیروی میں یہ لوگ بھی دین اسلام، اسلامی جمہوریت (ایران) اور اس کے کارکنوں سے سخت دشمنی رکھتے ہیں اور ہر وقت اسلامی آثار کو مٹانے کے درپے رہتے ہیں۔

کیا ان حالات میں تم یہ توقع کرسکتے ہو کہ یہ مشرقی بلاک ہمارے جمہوری اسلامی نظام کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے گا، ہمیں خوش آمدید کہے گا اور اسلامی جمہوریہ ایران اور اس کے نظام کو چلانے والوں کی مدح وثنا کریگا؟

تمام بنی نوع انسان کے سرشت میں یہ بات داخل ہے کہ راستے کے کانٹوں کو جس طرح بھی ممکن ہو، ہٹا دیا جائے۔ اس سلسلہ میں فوجی، اقتصادی اور عدلیہ کے قوانین کے علاوہ ایک بڑا ہتھیار "ثقافتی وسائل" بھی ہیں، مغرب و مشرق کی تباہ کن ثقافت یہ چاہتی ہے کہ اُن کے پاس جو بہترین وسائل ہیں ان کو ہر وقت اسلامی ثقافت کے خلاف الزام تراشیوں، تہمتوں اور من گھڑت باتوں کی نشر و اشاعت میں صرف کیا جائے، جب بھی موقع ملے اسلامی جمہوریہ (ایران) کے الٰہی قوانین اور اسلام کے بنیادی احکام پر حملہ کیا جائے، اس اسلامی نظام سے وابستہ افراد کو قدامت پرست اور سیاسی شعور سے محروم کیا جائے اور اسلام کے قوانین کو اس زمانہ کی ضروریات کے لیے یہ کہہ کر ناکافی

قرار دیا جائے کہ چودہ سو برس قبل کے قوانین آج کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اِس جدید دنیا کے نت نئے مسائل ہیں جن کا گذشتہ زمانوں میں کوئی تصور بھی نہیں تھا للٰذا اِن مسائل کا دینی احکام میں حل بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا)

(افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض ایسے اشخاص جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں وہ بھی اسی قسم کی باتیں مسلسل کرتے رہتے ہیں!!

ایسے حالات میں یہ (نہایت ضروری ہے کہ) اسلام کی (آفاقی) الٰہی ثقافت کی روشنی میں اس قسم کی سازشوں کا مقابلہ کیا جائے" اور خداوند عالم نے ہم لوگوں کو جو مہلت دی ہے اس سے ہمارے صاحبان قلم، خطباء ومقررین اور ہنرمند فائدہ اٹھائیں، وہ علمائے دین جو اسلامی فقہ سے بھی آشنا ہوں اور قرآنی تعلیمات پر بھی دسترس رکھتے ہوں، اُن کی مدد سے خداوند عالم کے وہ احکام وفرامین جو تمام زمانوں پر محیط اور صدیوں پر حاوی ہیں — قرآن مجید کی روشن آیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات (آئمۂ طاہرین علیہم السّلام کی تعلیمات) معارف اسلامی پر مشتمل احادیث وروایات اور فقہی موضوعات — کی روشنی میں صحیح طریقہ سے تحقیق واجتہاد کرکے دنیا بھر کے سامنے پیش کریں۔ کج رفتار لوگوں کی نکتہ چینی، درباری مولویوں کی تنقید اور ستم شاہی واعظوں کی قیل و قال کی پروانہ کریں، وہ مولوی نما حضرات، یا وہ مولانا صاحبان جو عمداً یا

کج فہمی کی وجہ سے یا حسد کے طور پر یا شیطانی وسوسوں کی بنا پر مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں شائستہ انداز ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بیان کردہ طریقوں کے مطابق سمجھانے کی کوشش کریں کہ اگر خدانخواستہ آپ کی کج رفتاری اس حد تک بڑھ جائے کہ ہمارا اسلامی جمہوری نظام جو ہزاروں سال سے ظلم کی چکی میں پسے ہوئے اسلام کو از سر نو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، ۔اسے نقصان پہونچنے لگے ۔تو مشرقی و مغربی بلاک، اور ان سے وابستہ اقوام کی طرف سے دین کے رخسار پر ایسا زبردست طمانچہ لگے گا کہ ہمیں صدیوں، شاہ کے ظلم وستم سے کہیں بڑھ کر فتنہ و فساد کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اب وقت آگیا ہے کہ میں نور چشم احمد سلّمہٗ کو۔ ایک باپ کی حیثیت سے کچھ وصیت و نصیحت کروں۔

اے نور نظر۔ تم اگرچہ اسلامی جمہوری حکومت کے کسی عہدے پر فائز نہیں ہو، پھر بھی تمہیں جو صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تم میرے بیٹے ہو اور مشرق و مغرب کے دستور کے مطابق میں اور ہر شخص بھی مجھ سے قریب ہو۔ خاص طور پر تم جو مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ ہر قسم کی بہتان طرازیوں اور الزام تراشیوں کا نشانہ بنے رہیں گے ۔ تمہارا جرم یہی ہے کہ تم میرے بیٹے ہو اور (اُن لوگوں کی نگاہ میں) یہ کوئی معمولی جُرم

نہیں ہے! (جو کچھ ان لوگوں نے اب تک کہا ہے) یقیناً اس سے زیادہ کہیں گے جس کے لیے تم کو آمادہ اور تیار رہنا چاہیے۔

لیکن اگر خداوند عالم (کے عادلانہ فیصلوں) پر یقین رکھو اور اس کی بے پایاں رحمت پر کامل اعتماد کرو تو ان تمام الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کو نفس امارہ کی سرکوبی کا بہترین ذریعہ بھی بنا سکتے ہو جو ایک امتحان و آزمائش ہے۔ انسان کے خلوص کو سنوارنے کے لیے۔ لہٰذا (بہتان و الزام کے) ان طمانچوں کو کھاتے رہو اور شکر خدا بجا لاتے رہو کہ اس نے تمہیں (امتحان و آزمائش کے لئے پسند فرمایا، اور مزید آزمائشوں کی آرزو رکھو۔

پیارے بیٹے۔ تم نے متعدد بار مجھ سے فرمائش کی کہ تمہارے بارے میں ایسی گفتگو نہ کیا کروں جو ان الزام تراشیوں سے تمہاری پاکدامنی پر دلالت کرے اور ظاہر ہے کہ تم نے یہ فرمائش اسلام اور جمہوری اسلامی (ایران) کے مفاد ہی کے تحت کی، لیکن اگر تمہاری فرمائش کے برخلاف میں کچھ باتیں اس مضمون کے اندر لکھوں تو یہ بھی ایک شرعی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے ہوگا کیونکہ (اگر) میں یہ دیکھوں کہ ایک مسلمان یا ایک بندۂ خدا پر میری وجہ سے الزام تراشیاں کی جا رہی ہیں اور میں جو کچھ اُس کے بارے میں جانتا ہوں بیان نہ کروں (جس سے اس کی پاکدامنی واضح ہو، تو میں خدا و رسول کی بارگاہ میں جواب دہ رہوں گا۔ (اس لیے) میں خداوند عالم کو، جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، حاضر و ناظر

سمجھتے ہوئے گواہی دیتا ہوں کہ (میرا بیٹا) احمد جس دن سے میری بیٹھک کے اندر میرے کاموں کی انجام دہی میں میری مدد کر رہا ہے آج، اس مضمون کو لکھتے وقت تک اُس نے میری تقریر یا تحریر کے خلاف نہ ایک قدم اُٹھایا ہے نہ کوئی بات (کہی یا) لکھی ہے۔ میری تمام تحریروں اور تقریروں پر حیرت انگیز طریقہ سے غور و فکر کے بعد کوشش کرتا ہے۔ کہ اگر اس کے نقطۂ نظر سے ایک لفظ بلکہ ایک حرف کی بھی اِصلاح کی ضرورت ہو تو میری اجازت کے بغیر کوئی تصرف نہ کرے۔ (جبکہ) میں نے اُس کو اور اپنے دفتر کے بعض (معتبر) حضرات کو جو ان کاموں کی انجام دہی کے ذمہ دار ہیں یہ اجازت دی ہوئی ہے کہ میری تقریروں یا تحریروں میں جو بات انہیں مصلحت کے خلاف نظر آئے اُس کی طرف مجھے توجہ دلائیں۔ میرا بیٹا احمد ان تمام معاملات میں حصہ لیتا رہا ہے اور آج تک ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ اُس نے مجھ سے پوچھے بغیر (کسی تحریر یا تقریر میں) ایک لفظ کی بھی کمی بیشی کی ہو۔ ”وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ ذٰلِکَ شَہِیْدٌ“ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر خدا گواہ ہے)۔

اے پالنے والے۔ میں نہیں چاہتا کہ جو لوگ مجھ سے وابستہ ہیں ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہوں یا لکھوں جس سے ان کی مدح و ثنا کی بو آتی ہو لیکن تُو جانتا ہے کہ (اگر کسی پر) تہمت لگائی جا رہی ہو اور (اُس کی صفائی پر قدرت رکھتے ہوئے بھی) خاموشی اختیار کی جائے تو جرم و گناہ ہے (اس لیے

میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ:

میرے وہ چاہنے والے جو میرے دفتر میں (کام کرتے) ہیں اُن کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے علم میں نہیں ہے جو میری ناراضگی کا باعث ہو، یہ حضرات بہت طویل عرصہ سے مجھ سے وابستہ ہیں، اِن کے درمیان آقائے صانعی (بھی ہیں) جن کو پوری زندگی، مجھ سے وابستگی کی بنا پر بہت زیادہ مصائب بھی برداشت کرنا پڑے ہیں، جن کے بارے میں خداوندِ عالم سے دُعا کرتا ہوں کہ انہیں صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم عطا کرے۔

آخر میں یہ کہنا بھی (ضروری سمجھتا ہوں) کہ میرے بیٹے احمد نے آج تک (مسلمانوں کے) بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا ہے بلکہ میں اپنے ذاتی مال سے اس کی ضروریات پوری کرتا رہا ہوں۔

اے پالنے والے اپنے بندوں کو جو سرتا پا گناہ میں ڈوبے ہوئے ہیں بخش دے، اپنی بے پایاں رحمتوں سے ہمیں سرفراز فرما، ہم اگرچہ کسی لائق نہیں ہیں۔ لیکن تیری مخلوق تو ہیں۔

اے پالنے والے۔ (ایران کے) اِس اسلامی جمہوری (نظام) اس کو چلانے والوں اور ہمارے عزیز مجاہدین کو اپنی حفظ و امان میں رکھ، ہمارے شہیدوں اور اُن کے اہلِ خاندان کو اپنی رحمت سے سرفراز فرما، جو لوگ (دشمنوں کی) قید و بند میں ہیں، یا گمشدہ ہیں انھیں ان کے وطن واپس پہنچا (آمین)

بحق محمد و آله الطاهرین، سلام الله علیهم اجمعین.

سید روح الله الموسوی الخمینی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۰۸ ه

(مطابق ۲۸ - ۹ - ۱۳۶۶ ش ه)

نامہ معرفت

عاشق الٰہی عارف ربانی حضرت امام خمینی قدس سرہ کا گراں قدر
مکتوب اپنی بہو محترمہ فاطمہ طباطبائی کے نام (جنھیں
مکتوب گرامی میں پیار سے "فاطی" کہہ
کر خطاب کیا گیا ہے۔

(*)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاطی کہ زمن نامہ عرفانی خواست
از مورچہ ای تخت سلیمانی خواست
گوئی نشنیدہ "ماعرفناک"[1] از آنک
جبریل از او نفخہ رحمانی خواست

میری بہو فاطمہ طباطبائی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں "عرفان و معرفت کے موضوع پر اپنے خیالات و افکار کو ایک مکتوب کی صورت میں مجلاً"

معرض تحریر میں لاؤں۔ گویا ایک چیونٹی سے تخت سلیمانی کا مطالبہ ہوا ہے اور یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے "ماعرفناک" کی بات نہ جانتے ہوئے جبریل، جناب رسالتمآبؐ سے نفخۂ رحمانی کی آرزو کا طلب گار ہوا۔

تمہارے اصرار نے آخر کار مجھے مجبور کر دیا کہ میرا قلب جس چیز سے آگاہ نہیں ہے اور جس سے میں خود بھی ناواقف ہوں، اس کے بارے میں طوطے کی طرح رٹی رٹائی باتیں تحریر کر دوں۔ جبکہ پیرانہ سالی کی ناتوانی و اضمحلال نے ہر اس چیز کو بھلا دیا جو میرے کشکول گدائی یا گدڑی کی جیب میں تھی۔ مزید برآں زمانہ کے مصائب و آلام نے جو بیان و تحریر کے حدود سے باہر رہے ہیں ان تمام باتوں کو زینت طاق نسیاں بنا دیا۔ یہ امر کافی ہے کہ میں اس مضمون کی تاریخ تحریر کا تذکرہ کر دوں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہاری فرمائش کو پورا کرتے ہوئے میں نے کب اس کا آغاز کیا۔ ہفتہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ ق مطابق ۵ خرداد ۱۳۶۳ھ ش کو یہ مضمون لکھا گیا ہے (قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس تاریخ میں پیش آنے والے دنیا اور ایران کے واقعات و حالات کو پیش نگاہ رکھیں)

گفتگو کا آغاز کہاں سے کیا جائے۔ "فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ"(۲) اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ خلقت الٰہی میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں۔ اس مقام پر

فطرت الٰہی کو تخلیق انسان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ خلقت کا خاصہ ہے ارشاد الٰہی ہے۔ "وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ" (۳) کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔ سب کہتے ہیں کہ

ما سمیعیم و بصیریم و ہشیم
با شما نامحرمان ما خامشیم ۱؎

ہم تو سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور اہل ہوش بھی ہیں اور آپ جیسے ناواقفان راز کے سامنے خاموش و مہر بلب ہیں۔

اب ہم بھی انسان کی فطری معرفت و عرفان کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ انسان کی فطرت و خلقت میں اس بات امکان نہیں کہ وہ کمال مطلق کے علاوہ کسی اور طرف توجہ کرے اور اس سے دل بستگی کر سکے۔ تمام قلوب وارواح کا رخ "کمال مطلق" کی جانب ہے۔ انھیں اسی کی جستجو ہے اور آئندہ بھی اسی کی طلب و تلاش میں مصروف و سرگرداں رہیں گے۔ سب اسکی حمد و ثنا کرتے ہیں اور کسی دوسرے کی ثنا کا امکان ہی نہیں۔ ہر چیز کی تعریف و ثنا اسی کی تعریف ہے۔ اگرچہ ثنا کرنے والا جب تک حجاب میں پنہاں ہے یہ سمجھتا ہے کہ وہ کسی دوسری ہستی کی تعریف کر رہا ہے تحلیل عقلی کی رو سے بھی یہ حجاب موجود رہتا ہے۔

کمال جیسا بھی ہو اس کی طلبگاری کی جاتی ہے ۔ انسان کمال مطلق سے عشق رکھتا ہے نہ کہ کمال ناقص کی آرزو کرتا ہے۔ ہر کمال ناقص حدود عدم میں محدود ہے اور فطرت کو عدم سے نفرت ہے۔ ایک متعلم علم مطلق کا طالب ہوتا ہے اور علم مطلق سے ہی عشق رکھتا ہے۔ یہی صورت حال طالب قدرت وطالب ہر کمال کی ہے۔ انسان فطری طور پر کمال مطلق کا عاشق ہے اور وہ ناقص کمالات میں جس چیز کی خواہش کرتا ہے وہ کمال ہے نقص نہیں ہے کیونکہ فطرت اس سے متنفر و ترساں ہے اور ظلمت و نور کے حجابات ہی ہیں جو انسان کو مغالطہ و اشتباہ میں مبتلا کرتے ہیں۔ شاعر اور قصیدہ گو حضرات اس وہم و گمان میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ فلاں امیر مقتدر یا فلاں فقیہ دانشمند کی مدح سرائی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ قدرت و علم کی تعریف و توصیف کر رہے ہیں محدود طور پر نہیں اگرچہ ان کے گمان میں یہ محدود ہی ہو اور اس فطرت میں تغیر و تبدل کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔ ذالك الدین القیم آفرینش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی دین محکم ہے۔

جب تک انسان اپنے حجاب میں ہے اور اپنی ذات میں غرق ہے اور ان حجابات کو یہاں تک کہ نوری حجابات کو نہیں اٹھاتا اس کی فطرت حجابات میں مستور رہے گی اور اس منزل سے نکلنے کے لیے مختلف مجاہدات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا بھی وہ محتاج ہے۔ تم ماہ شعبان المبارک کی مناجات میں پڑھتی ہو

"اِلٰهِی هَبْ لِیْ کَمَالَ الْاِنْقِطَاعِ اِلَیْکَ وَاَنِرْ اَبْصَارَ قُلُوْبِنَا بِضِیَاءِ
نَظَرِهَا اِلَیْکَ حَتّٰی تَخْرِقَ اَبْصَارُ الْقُلُوْبِ حُجُبَ النُّوْرِ فَتَصِلَ
اِلٰی مَعْدَنِ الْعَظَمَةِ وَتَصِیْرَ اَرْوَاحُنَا مُعَلَّقَةً بِعِزِّ قُدْسِکَ
اِلٰهِی وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ نَادَیْتَهٗ فَاَجَابَکَ وَلَاحَظْتَهٗ
فَصَعِقَ لِجَلَالِکَ فَنَاجَیْتَهٗ سِرًّا (۵)

اے میرے معبود تو میرے تمام تعلقات دنیوی سے کنارہ کشی کے بعد مجھے اپنی ذات سے وابستہ کرلے اور ہمارے دلوں کی آنکھوں کو منوّر فرمادے جس کی روشنی میں تجھ کو دیکھ سکیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنی بصیرت سے نور کے پردے اٹھا سکیں پھر وہ تیری عظمت وجلالت کے مرکز تک پہنچ سکیں اور ہماری روحیں تیری بارگاہ قدس سے وابستہ ہوجائیں اے میرے معبود تو مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جن کو تونے پکارا تو انھوں نے تیری آواز پر لبیک کہا اور جن پر گوشہ چشم سے نظر ڈالی تو وہ تیرے جلال سے بے ہوش ہوگئے اور تونے پوشیدہ طور پر اپنا راز آشکار کردیا۔

کمال انقطاع سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی، اپنی خودی اور تمام اشیاء واشخاص سے ترک تعلق کرکے ذات الٰہی میں پیوست ہوجائے اور غیراللہ سے اپنا رشتہ منقطع کرلے اور یہ امر اللہ تعالیٰ کا وہ انعام واکرام

ہے جو اپنے مخلص بندوں کے لیے مخصوص ہے جو اسکے گوشہ چشم کے ایک اشارہ پر اس کے جلال سے مدہوش و بے ہوش ہو جائیں۔ بصیرت قلبی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی ضیا، نظر سے کسب نور نہ کرے اور اسی ذریعہ سے نوری حجابات ہٹ جاتے ہیں۔ نیز جب تک یہ حجابات حائل رہیں گے، سالک راہ عرفان منزل و مرکز عظمت تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی ارواح جسکی بارگاہ قدس سے رشتہ استوار کر سکتی ہیں اور نہ ہی مرتبہ قرب تدلی پر فائز ہو سکتی ہیں ﴿ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی﴾ اس وقت نزدیک اور زیادہ نزدیک ہوا، اور اس سے زیادہ قربت اور "ادنیٰ" کا مطلب "فنا مطلق" اور وصول مطلق ہے۔

صوفی، زرہ عشق صفا باید کرد
عہدی کہ نمودہ ای وفا باید کرد
تا خویشتنی، بہ وصل جانان نرسی
خودرا برہ دوست فنا باید کرد

اے صوفی، تجھے راہ عشق میں "صفا" کا حامل ہونا چاہیے اور جو عہد و پیمان کیا ہے، اس کی وفا لازم ہے جب تک تو خودی میں مبتلا ہے، اس وقت تک تجھے محبوب حقیقی کا وصال نصیب نہیں ہو سکتا اس لیے خود کو راہ دوست میں فنا کر دینا چاہیے۔

حق تعالیٰ کی اپنے بندہ خاص کے ساتھ سرگوشی اس وقت تک نہیں

ہوتی جب تک وہ اپنی ہستی کے پہاڑ کو بے ہوش ہو کر چکنا چور نہ کر دے (۷) اللہ تعالیٰ ہمیں اور تم کو اسی کی توفیق عطا فرمائے۔

میری بیٹی! حصول علم کی جد وجہد بلکہ علوم عرفان و توحید کے حصول کا مقصد اگر محض اصطلاحات کا ذخیرہ کرنا ہے جو حقیقتاً ایسا ہی ہوتا ہے اور یہ علوم صرف اپنی ذات کے لیے ہوں تو سالک راہ معرفت کو مقصد سے قریب نہیں بلکہ دور کرتے ہیں۔ "اَلْعِلْمُ هُوَ الْحِجَابُ الْاَکْبَرُ" علم سب سے بڑا حجاب ہے اور اگر تلاش حق و عشق خدا ہی اصل مقصد و غرض ہو جو کہ بہت ہی شاذ و نادر بات ہے، تو یہ چراغ راہ اور منارہ ہدایت ہے۔"

اَلْعِلْمُ نُوْرٌ یَقْذِفُهُ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَاءُ (۸) علم نور ہے اللہ جس کے دل میں ڈالنا چاہتا ہے ڈال دیتا ہے علم کے کسی ایک گوشہ تک پہنچنے کے لیے تہذیب و تطہیر اور تزکیہ لازمی و ضروری ہے۔ (غیر اللہ سے تہذیب نفس اور تطہیر قلب) مگر اخلاق ذمیمہ کے بارے میں تہذیب کی صورت کیا ہوگی؟ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا تو بڑا مشکل ہے۔ اس کے لئے تو بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے اور پھر ان امور میں جو خداوند جل و علا کی رضا کے خلاف انجام پا رہے ہوں۔ تہذیب عمل اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ واجبات سے متعلق اعمال صالحہ کی بجا آوری بھی ضروری ہے کہ جو بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور بہ اندازۂ طاقت و ہمت مستحبات بھی، اس حد تک

کہ وہ انسان کو غرور وتکبر اور خودخواہی میں مبتلا نہ کرے۔

میری بیٹی! غرور وخود پسندی کا سبب اپنی حقارت و کم مائگی سے عدم واقفیت اور عظمت خالق سے عدم علم کا نتیجہ ہے اگر عظمت خلقت کے اس معمولی اندازے کے مطابق سوچا جائے جسے انسان نے اب تک اپنی تمام تر علمی پیش رفت کے باوجود شمہ بھر حاصل کیا ہے تو وہ اپنی کہکشاؤں کی اور تمام نظام ہائے شمسی کی بے مائگی کو محسوس کرے گا اور اپنی کم مائگی و بے بضاعتی کے ساتھ ساتھ عظمت خالق کائنات کچھ کچھ سمجھ میں آئے گی اور اپنے غرور، خود بینی اور خود پسندی پر مخجل و نادم ہوگا اور اپنی جہالت کا بھی معترف ہوگا۔ ہم حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قصہ میں پڑھتے ہیں، کہ جب وادی نمل سے گذر رہے تھے۔

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمھیں روند ڈالے اور انھیں اس کی خبر بھی نہ ہو چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السّلام اور ان کے ہمراہیوں کی "لا یشعرون" کے عنوان سے توصیف کی ہے اور ہدہد ان سے کہتا ہے "احطت بما لم

تحط بہ "(۱۰) میں ایسی خبر لایا ہوں جس کا علم آپ کو نہیں۔ کور دل حضرات چیونٹی اور طائر ہدہد کے نطق کو برداشت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ وہ ذرات وجود کی گفتگو اور جو کچھ آسمانوں اور زمین پر ہے ای آواز کو سُن سکیں، جن کے بارے میں خالق کائنات فرمارہا ہے "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ... ۳ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔

انسان خود کو محور خلقت سمجھتا ہے۔ یقیناً انسان کامل ایسا ہی ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ دیگر موجودات عالم کی نظر میں اس کی حیثیت ایسی ہی ہو۔ مگر جو انسان راشد و ہدایت یافتہ نہ ہو، وہ ایسا نہیں ہے۔

"مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا" (۱۱)

جن لوگوں نے توریت اٹھائی ہوئی ہے (یعنی جو تورات پر عمل کرنے کے مکلف قرار دیئے گئے) پھر انھوں نے اس کا بار نہیں اٹھایا، ان کی مثال گدھے کی ہے جو بوجھ اٹھاتا ہے۔ یہ امر اس کے رشد علمی سے مربوط و منسلک ہے جو تہذیب نفس سے مبرا و مستثنیٰ ہے۔ ان ہی اشخاص کی شان میں کہا گیا ہے "کالانعام بل ھم اضل" ط (۱۲) یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں

میری بیٹی! انبیاء کی بعثت کا مقصد انسان کی حقیقی وروحانی رشد و ہدایت ہے اور اس کو حجابات سے چھٹکارا دلانا ہے۔ مگر افسوس کہ شیطان بھی قسم کھائے بیٹھا تھا کہ وہ ان انبیاء کی آمد کی غرض و غایت کو اپنے چیلوں اور حاشیہ برداروں کے ذریعہ مراحل تکمیل سے ہمکنار نہیں ہونے دے گا۔ "فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ" (۴۳) پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاؤں گا۔ ہم سب خواب خرگوش میں مبتلا ہیں اور حجابات میں مستور ہیں۔ "النَّاسُ نِيَامٌ وَاِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا" (۴۴) لوگ خواب میں ہیں اور جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے، گویا جہنم نے ہمیں ہر طرف سے محصور کر رکھا ہے، اور عالم طبیعی کا حجاب ہمارے شہود و احساس کے درمیان سد راہ بنا ہوا ہے "وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ" اور یقیناً جہنم کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

کفر کے بہت سے مراتب ہیں، خود بینی، جہاں بینی، اور سوائے غیر دیکھنا اس کے مراتب و درجات میں سے ہیں اگر قرآن کی پہلی سورت تفکر و تعقل اور چشم باطن کے ذریعہ دیکھیں اور ظلمت و نور کے حجابات کے بغیر اس کے مفاہیم و معانی کو سمجھیں تو قلب میں چشمہ ہائے معرفت ابل پڑیں گے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم اس کی ابتدار سے بھی بے خبر ہیں۔ جن کو خبر ہوئی ان کی خبر

میں اپنی بے خبری و بے عملی کے باوصف اپنی بیٹی سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم سرچشمہ فیضان الٰہی قرآن مجید میں تدبر و تفکر کرو۔ ہر چند کہ صرف اسکا اس لیے پڑھنا کہ وہ محبوب کا خط ہے، حجابوں میں مستور شخص کے لیے بھی دلپذیر ہوتا ہے لیکن اس میں غور و فکر انسان کو بلند و بالا مقامات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (١٧) وہ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں جب تک یہ قفل اور بندشیں نہیں کھلیں گے اور پراگندہ و منتشر نہ ہو جائیں گے تو تدبر و تفکر کا صحیح نتیجہ مرتب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قسم کھا کر فرما رہا ہے" اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ۔ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (١٨) بیشک قرآن بڑے رتبے کا ہے جو ایک پوشیدہ کتاب (مخلوق خدا سے) میں ہے جس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا اور مطہرین میں سرفہرست وہ ہستیاں ہیں جن کی شان میں آیت "تطہیر نازل ہوئی ہے۔

تم ہرگز مایوس نہ ہونا کیونکہ مایوسی بھی اقفال بزرگ میں سے ایک ہے اور ممکنہ حد تک حجابات کے رفع کرنے اور ان قفلوں کو توڑنے کی کوشش کرو تاکہ عرفان و معرفت کے خوشگوار و خالص پانی اور سرچشمہ نور تک رسائی ہو سکے۔ جب تک تم جوان ہو اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے، عمل میں تہذیب

قلب ہیں، قفل شکنی اور رفع حجاب میں اپنی کوششیں جاری رکھو اس لیے کہ مطلع ملکوت سے توفیق قربت حاصل کرنے والے ہزاروں نوجوان کامیابی سے ہمکنار ہیں جبکہ ایک بوڑھا شخص اس کامیابی سے محروم ہے۔

اگر ایام جوانی میں ان قیود، بندشوں اور شیطانی قفلوں سے بچاؤ میں ذرا بھی غفلت برتی جائے تو عمر کی روز بروز پختگی کے ساتھ ان کی جڑیں مضبوط اور پختہ تر ہوتی جاتی ہیں۔

درختی کہ اکنون گرفتست پائی
بہ نیروی شخصی برآید زجائی
گرش ہمچناں روزگاری ہلی
بہ گردونش از بیخ برنگسلی

(۱۹)

تازہ لگا ہوا درخت ایک آدمی اکھاڑ سکتا ہے لیکن ایک مدت دراز گزرنے کے بعد بہت سے لوگوں سے ہل بھی نہیں پائے گا۔

شیطان اور نفس کے خطرناک ترین مکر و حیلہ میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انسان سے اس کے آخری عمر اور بڑھاپے میں اصلاح و بہتری کا وعدہ کرتا رہتا ہے اور نفس کی تہذیب و شائستگی اور توبہ و پشیمانی میں تاخیر کرتا رہتا ہے تا اینکہ درخت بدی و فساد اور کڑوا کسیلا جہنم کا شجر جڑ پکڑ جاتا ہے

اور تہذیب نفس کا ارادہ و قیام کمزور بلکہ مردہ ہوجاتا ہے۔

کہیں قرآن سے دُور نہ ہوجاؤں، اس میں حبیب و محبوب کے درمیان بات چیت اور عاشق و معشوق کے مابین مناجات (باہم سرگوشی) وہ راز ہیں جسکی خبر سوائے خدا اور اسکے حبیب کے کسی دوسرے کو نہیں اور نہ ہی اس کا امکان ہے کہ کسی غیر کو معلوم ہو سکے۔ شاید بعض سور تہائے قرآن میں جو حروف مقطعات مثلاً "الم" "ص" "یٰسٓ" وغیرہ ہیں اسی قسم کے ہوں اور بہت سی آیات کریمہ ایسی ہیں کہ جن کی تفسیر یا تاویل ظاہر بین حضرات، فلسفی، صاحبان عرفان اور اہل تصوف اپنی اپنی پسند و مرضی کے مطابق کرتے ہیں، اسی امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کے رازہائے سربستہ سے کوئی واقف نہیں۔ اگرچہ ہر گروہ اپنی ظرفیت و اہلیت کے مطابق سعادت حاصل کرتا ہے یا کوئی رائے قائم کرتا ہے۔ ان اسرار و رموز کا کچھ حصہ اہل بیت علیہم السّلام کے ذریعے جو سرچشمہ وحی سے فیضان حاصل کیے ہوئے تھے، دوسروں تک بقدر صلاحیت و استعداد پہنچتا ہے۔ پہلے ہی زیادہ تر مناجاتوں اور دُعاؤں کا انتخاب اس امر کے لیے ہو چکا ہے اور جو کچھ ہم کو معصومین علیہم السّلام کی مناجاتوں اور دُعاؤں میں ملتا ہے وہ ان روایات و احادیث میں نہیں ملتا جو اکثر عام زبان میں بیان کی گئی ہیں لیکن قرآن کی زبان کچھ مختلف ہے۔ وہ ایسی زبان ہے کہ ہر عالم و مفسر

اس سے آشنائی کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے ناآشنا ہوتا ہے
قرآن کریم ان کتب میں سے ایک ہے جس کے معارف کی نظیر و مثال نہیں۔ اس کے اکثر معارف کا تصور ان کی تصدیق سے زیادہ مشکل و دشوار ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی مطلب کو فلسفیانہ دلیل پر اور عارفانہ نقطۂ نظر سے ثابت کر لیا جائے لیکن اس کے تصور سے عاجز رہیں۔ مثلاً قدیم سے حادث کے ربط کا تصور کہ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں مختلف النوع تعبیرات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ معیت حق کی کیفیت جس کو "بعض حضرات "معیت قیومی" کہتے ہیں اس کا تصور تو اس نظریہ کے ماننے والوں کے لیے بھی سخت دشوار ہے۔ خلق میں ظہور حق، نزد حق خلقت خدا کی حضوری اور مخلوق کی شہ رگ سے حق جل وعلا کی اقربیت اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۰) (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔) ھُوَالْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ" (۲۱) وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے) مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ۔ (۲۲) (جب تین آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو وہ ان کا چوتھا ہے اور جب پانچ کا تو وہ ان کا چھٹا ہے الخ) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ"

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں یہ سب ہی معانی و مفاہیم ایسے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ مخاطب یا اس کے ان اقربا کے

علاوہ جنھیں اُس نے ان کی تعلیم دی ہے اور جو ان مسائل کے اہل رہے ہیں کوئی دوسرا ان کی حقیقت سے واقف ہو، ان مفاہیم کے معمولی حصے کو پانے کے لیے بڑے مجاہدہ اور تہذیب نفس کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ اس (مجھ) قلم شکستہ کی عمر گذر گئی۔

از قیل وقال مدرسہ ام حاصل نشد
جز حرف دل خراش پس ازاں ہمہ خروش (۲۳)

مجھے باوجود جوش وخروش کے مدرسہ کی قیل وقال سے سوائے حرف دل خراش کے کچھ حاصل نہ ہوا)

آج میری اس جوانی کا پتہ نہیں جو حصول ویافت کی بہار کا زمانہ ہے اور حاصلِ عمر میں سوائے مٹھی بھر الفاظ کے میرے پاس اب کچھ نہیں رہا ہے۔ پس میں عدم ہو جاؤں گا اور عدم، ارغنوں کی مدھم ساز کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے بیں تمہیں اور عرفان کے خواہاں تمام جوانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم سب اور تمام موجودات ذات احدیت کا جلوہ وظہور ہیں۔ کوشش ومجاہدہ کرو تاکہ اس نور کی درخشانی و تابانی سے ایک چھوٹ حاصل کرسکو اور اسی میں محو ہو جاؤ تاکہ نیستی سے ہستی مطلق تک پہنچ سکو۔

پس عدم گردم عدم چون ارغنون گویدم کانا الیہ راجعون

میں عدم ہو جاؤں گا اور عدم برق رفتار گھوڑے کی مثال مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

میری بیٹی! دنیا وما فیہا جہنم ہے، جس کا باطن سیر و حرکت کے آخر میں ظاہر ہوتا ہے اور ماورائے دنیا کے آخر تک بہشت کے مراتب ہیں کہ جو آخر سیر میں حجاب طبیعی سے نکلنے کے بعد ظاہر ہوں گے۔ ہم، تم اور سب کے سب یا تو جہنم کی طرف یا جنت و ملاء اعلیٰ کی جانب سفر کر رہے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک ہیبت ناک آواز سنائی دی۔ عرض کیا گیا کہ یہ آواز کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ "ایک پتھر جہنم کے کنارے سے گرا تھا جو ابھی (۷۰) ستر سال کے بعد جہنم کی تہہ تک پہنچا ہے۔ اہل دل نے کہا کہ اسی وقت ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ایک ستر سالہ کافر مر گیا ہے اور وہ جہنم رسید ہوا ہے (۲۴)

ہم سب کی ایک گزرگاہ ہے جو جہنم میں سے گزرتی ہے (۲۵)، جس کا باطن کسی دوسرے عالم میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان کا اپنا ایک مخصوص راستہ ہے کہ جس پر وہ حالت سیر میں ہے۔ یہ سیر یا تو صراط مستقیم پر ہے کہ جس کا اختتام بہشت اور اس سے بلند و بالا مقام پر ہوگا۔ یا پھر انسانوں کا یہ سفر ٹیڑھے میڑھے راستہ سے ہوگا جو خواہ بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے کج ہو، اس کا اختتام جہنم پر ہوگا اور ہم خداوند منان سے صراط مستقیم کی تمنا و آرزو کرتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" (توہمیں اس سیدھے راستہ کی ہدایت فرما جوان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تونے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں اور جن پہ غضب نہیں کیا گیا) یہ انحراف کی ایک سمت ہے اور" ولاالضالین" انحراف کی دوسری سمت ہے. روز محشر ان حقائق سے پردہ اٹھ جائے گا اور یہ واضح طور پر ہمارے سامنے آجائیں گے .(۲۶)

صراط جہنم کے متعلق روایت میں ہے کہ وہ انتہائی باریک، تیز دھار والا اور تاریک ہے، صراط مستقیم کا باطن و اندرون اسی دنیا میں ہے. یہ راستہ کس قدر باریک اور ظلمت سے پر ہے اور ہم جیسے واماندگان کے لیے اس کا عبور کرنا کتنا مشکل و دشوار ہے جنھوں نے اس راستہ کو کسی انحراف وگمراہی کے بغیر طے کرلیا ان کی زبان سے "جزنا وهي خامدة" (۲۷) ہم گزر گئے اور وہ خاموش و پرسکون تھا جاری ہوتا ہے. اس دنیا میں اس صراط پر جس انسان کا جیسا بھی سیر و حرکت کا اندازہ ہوگا، آخرت میں بالکل اسی کے مطابق اس کی صورت اسے نظر آئے گی .

شیطانی جھوٹی امیدوں اور غرور و تکبر سے کنارہ کشی اختیار کرو اور اپنی تہذیب و تربیت اور عمل میں سعی بلیغ کرو کیونکہ کوچ کا مرحلہ بہت قریب ہے اور جو دن بھی غفلت میں گزر جاتا ہے، دیر اور تاخیر کا سبب بن رہا ہے بار بار کسی سے یہ نہ کہو کہ تم خود آمادہ عمل کیوں نہیں ہو (انظرالی ماقال و

لا الی من قال۔ (۲۸) جو کہا گیا ہے۔ اس کی طرف دیکھو، نہ اس کی طرف جو کہہ رہا ہے، میں جو کچھ بھی ہوں، اپنے لیے ہوں اور تمام لوگوں کا بھی یہی معاملہ ہے. جہنم اور بہشت ہر شخص کے اعمال کا نتیجہ ہے، ہم جو بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں۔

انسانی فطرت و سرشت میں استقامت و نیکی کو ودیعت کیا گیا ہے خیر کی محبت اس کے خمیر میں ہے۔ ہم خود اس فطرت کو انحراف و گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ہم خود ہی حجابات کو حائل کرتے ہیں اور خود ہی اپنے ارد گرد تار بنتے ہیں۔

این شیفتگان کہ در صراطند ہمہ
جوبندہ چشمۂ حیاتند ہمہ
حق می طلبند و خود ندانند آن را
در آب بہ دنبال فراتند ہمہ

(یہ عاشقان راہ حقیقت جو چشمہ حیات کی تلاش میں سرگرداں ہیں خدا آگاہی کی طلب و آرزو میں ہیں لیکن اس کو جانتے نہیں ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے پانی میں ہوتے ہوئے تلاش آب میں مصروف ہوں)

تم نے شب گزشتہ عارفانہ کتابوں کے متعلق دریافت کیا۔ میری بیٹی تم حجابات (مادی و نفسانی) کے اٹھانے کی کوشش کرو نہ کہ کتابیں جمع

کرنے کی۔ تم عرفان وفلسفہ کی کتابیں بازار سے خرید کر گھر لے آئیں اور ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا، یا تم نے خود کو ان موضوعات کے الفاظ واصطلاحات کا گنجینہ بنالیا اور مختلف مجالس ومحافل میں بیان کر دیا اور حاضرین وسامعین کو اپنی معلومات سے فریفتہ ودلدادہ بنا لیا تو حقیقت الامر یہ ہے کہ تم نے شیطان کے فریب اور نفس امارہ، جو شیطان سے بھی زیادہ خبیث ہے، کے دجل ومکر میں آکر اپنے بار کو اور بھی گراں کر لیا اور اپنی مجلس ومحفل کو شیطانی کھیلوں سے آراستہ کیا۔ خدانخواستہ تمہارے اندر علم وعرفان کا غرور سرایت کر جائے جو ضرور سرایت کرے گا۔ کیا ان بارہائے گراں سے حجابات میں اضافہ ہوا ہے یا ان میں کمی واقع ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے علماء کے اندر بیداری وسرگرمی پیدا کرنے کے لیے "مثل الذین حملوا التوراۃ" الخ فرمایا ہے تاکہ وہ اس حقیقت سے واقف ہوجائیں کہ مختلف علوم کی کثرت وزیادتی خواہ شریعتوں اور توحید ہی سے کیوں نہ ہو، حجابات میں کمی نہیں کرتا بلکہ ان میں اضافہ کرتا ہے اور ان کے چھوٹے چھوٹے حجابات کو بڑے بڑے حجابات سے مبدل کر دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم علم عرفان اور فلسفہ سے گریز کرو اور جاہلانہ زندگی بسر کرو کیونکہ یہ انحراف وگمراہی ہے بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ کوشش ومجاہدہ کرو کہ اصل مقصد وغرض اللہ اور دوست کیلئے ہو اور جب تم اسے پیش کرو تو وہ خدا اور بندگان خدا کی تربیت کے لیے ہو

نہ کہ ریاکاری، نمائش اور خودنمائی کے لیے کہ کہیں خدانخواستہ تمہارا شمار علماء سوء میں ہو کہ جن کا تعفن اہل جہنم کی اذیت کا باعث ہوگا۔ (۲۹)

جن لوگوں نے خدا کو پالیا ہے اور اس کے عاشق ہیں ان کا مقصود و ہدف صرف ذات الٰہی ہوتا ہے۔ ان کے تمام اعمال و افعال کا مرکز و محور اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ ان کی جنگ و صلح اور قتال و جدال اور جن باتوں کا مزید تم خیال کرو، سب کچھ اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ "ضربة عليٍّ يوم الخندق افضل من عبادة الثقلين" (۳۰) (جنگ خندق میں علیؑ کی ایک ضربت دونوں جہاں کی عبادت سے افضل ہے) اگر کسی شخص کا مطلوب و مقصود ذاتِ خداوندی نہ ہو اور اسے بہت بڑی فتح و کامرانی بھی نصیب ہو جائے تو اس کی ذرا سی بھی حیثیت و فضیلت نہیں۔ یہ کبھی تصور و گمان میں نہیں آنا چاہیے کہ اولیاء اللہ کا مقام خصوصاً اللہ کے عظیم ترین ولی کا مقام و مرتبہ اسی حد پر ختم ہو جاتا ہے۔ قلم میں اتنی جرأت نہیں کہ آگے کچھ لکھ سکے اور بیان میں اتنی طاقت نہیں کہ تشریح و توضیح کر سکے اور ہم حجاب میں مستور لوگ اپنے ہی جیسے لوگوں سے کیا کہیں، ہم خود جانتے کیا ہیں جو کہیں؟ اور جو حقیقت ہے وہ کہی نہیں جا سکتی اور ہمارے افق وجود سے بالاتر ہے لیکن پھر بھی ممکن ہے یاد حبیب اور ذکر حبیب سے دل و جاں پر اثر مرتب ہو۔ ہر چند کہ اس سے واقفیت و آگاہی حاصل نہ ہو جس طرح ایک جاہل و ان پڑھ عاشق اپنے محبوب کی

تحریر دیکھتا ہے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے کہ یہ اس کے محبوب کا خط ہے اور جس طرح فارسی زبان بولنے والا شخص عربی زبان سے ناواقفیت کے باوجود قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو چونکہ وہ اس کے حبیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، کیف و لذت حاصل کرتا ہے اور وہ حال اس پر طاری ہوتا ہے کہ جو اس ادیب دانشمند کی کیفیت سے ہزار درجہ بہتر ہوتا ہے جو قرآن کے اعراب، اس کے ادبی فضائل و خوبیاں اور اسکی فصاحت و بلاغت میں مشغول رہتا ہے اور اس فلسفی و عارف سے ہزار گنا بہتر ہوتا ہے جو مسائل عقلیہ اور مذاق معرفت کے مسائل میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں اور محبوب سے غافل ہوتے ہیں۔ کیونکہ فلسفہ اور عرفان کی کتابوں کا پڑھنے والا ان کے مطالب و مفاہیم میں گم رہتا ہے اور ان کے کہنے والے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

میری بیٹی! فلسفہ کا موضوع اللہ تعالیٰ سے لے کر وجود کے آخری مراتب تک محض وجود ہے اور علم عرفان و عرفان علمی کا موضوع "وجود مطلق" ہے یا یہ کہنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے جلوہ کے علاوہ جو اس سے الگ نہیں ہے کسی قسم کی بحث کی گنجائش نہیں۔ اگر کسی کتاب میں یا کوئی عارف غیر اللہ سے گفتگو کرے اور اس کا مبحث یہی ہو تو نہ کتاب عرفانی اور نہ کہنے والا عارف کہلایا جائے گا۔ اگر کوئی فلسفی وجود کے بارے میں اس طرح نظر کرے کہ جیسا کہ وہ ہے اور مباحثہ کرے تو اس

کی اس نظر کو نظر الٰہی قرار دیا جائے گا اور اس کی بحث کو عرفانی اور یہ سب کچھ ذوقِ عرفانی کے علاوہ ہے جو ہماری گفتگو سے خارج اور جدا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ مہجور و دور افتادہ ہے۔ شہود وجدانی پر گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں اور اس کے بعد نیستی و عدم ہے جو ہستی میں حقیقتاً ڈوب جانے کا نام ہے۔ (ادفع السراج کہ شمس طالع شدہ چراغ بجھا دو کیونکہ سورج نکل آیا ہے۔) (۳۱)

میری بیٹی! سننے میں آیا ہے کہ تم کہتی ہو کہ میں اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ امتحان کے اوقات میں مجھے اس بات کا افسوس نہ ہو کہ میں نے چھٹیوں کے دوران کیوں کام نہیں کیا۔ اس قسم کا افسوس اور اس جیسے دوسرے افسوس بہت آسان اور جلد ختم ہو جانے والے ہیں لیکن وہ تاسف دائمی و ابدی ہو گا جب تم اپنے آپ میں آؤ گی اور دیکھو گی کہ تم خدا کے علاوہ ہر چیز کو دیکھ رہی ہو تو اس دن پردوں کو گرانا اور حجابات کو اٹھانا ممکن نہیں ہو گا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کمیل کو دُعا تعلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فَهَبْنِي يَا اِلٰهِي وَسَيِّدِي وَمَوْلَايَ وَرَبِّي صَبَرْتُ عَلٰى عَذَابِكَ فَكَيْفَ اَصْبِرُ عَلٰى فِرَاقِكَ (۳۲)

(اے میرے معبود! اے میرے سردار! اے میرے آقا! اور اے میرے

پروردگار! تو مجھے بخش دے میں نے تیری عقوبت وعذاب پر صبر کر لیا مگر تیری جدائی پر کس طرح صبر کروں) مجھ سا کور دل ونابینا قلب اس دُعا شریف کے اس فقرہ اور دوسرے جملوں کو جد وکد کے ساتھ نہیں پڑھ سکا بلکہ ان کو حضرت علی علیہ السّلام کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھ کر پڑھتا رہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز ہے کہ جس پر صبر کرنا جہنم میں عذاب الٰہی سے زیادہ مشکل ہے؟ وہ عذاب کہ جو "تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ" (جو دلوں پر بھڑک اُٹھے گا) گویا "عَذَابِكَ۔ (تیرا عذاب) وہی "نار اللّٰہ" (۴۳) (اللہ کی آگ) ہے جو دل کو جلا دیتا ہے۔ شاید یہ عذاب جہنم کے عذاب سے بھی بڑھ کر ہو۔ ہم جیسے نابینا قلب رکھنے والے فہم انسانی سے بلند وبالاتر ان کے معانی او مفاہیم کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ ان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ تم اور ہم ان معانی ومفاہیم کو ان کے لیے چھوڑ دیں جو ان کے اہل ہیں اور جو بہت ہی کم ہیں۔ بہر حال فلسفہ خصوصاً اسلامی فلاسفہ کی کتابیں اور اہل حال وعرفان کی کتب میں سے ہر ایک اپنا اثر ونفوذ رکھتی ہے۔ اوّل الذکر کتابیں انسان کو ماوراء الطبیعات کے منظر بعید کو بطور عکس دکھاتی ہیں اور دوسری قسم کی کتابیں جن میں بعض کتابیں خاص اہمیت کی حامل ہیں مثلاً منازل السائرین (۴۴) اور مصباح الشریعہ (۴۵) مصباح الشریعہ کو ایک عارف ربانی نے لکھا ہے جس کی روایت اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کی ہے۔ یہ دلوں کو محبوب

حقیقی تک پہنچنے کے لیے آمادہ و تیار کرتی ہیں اور سب سے زیادہ دل میں طوفان و ہیجان پیدا کرنے والی آئمہ مسلمین کی وہ مناجاتیں اور دعائیں ہیں جو مقصود و مطلوب تک پہنچاتی ہیں صرف رہنمائی نہیں کرتیں۔ وہ حق کے متلاشی انسانوں کا ہاتھ پکڑ کر منزل و مقصود کی طرف لے جاتی ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم ان سے کوسوں دور ہیں۔

میری بیٹی! کوشش کرو اگر تم اس کی اہل نہ بن سکیں تو عارفین و صالحین کے مقامات کی منکر نہ بنو اور ان سے دشمنی و اختلاف کو اپنے دینی فرائض میں شامل نہ کرو ان عارفین و صالحین کی کہی ہوئی باتوں کو قران مجید نے رمز و کنایہ میں اور معصومین علیہم السّلام کی دعاؤں اور مناجات میں زیادہ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور چونکہ ہم جیسے جاہل اس سے محروم ہیں لہٰذا ان سے مقابلہ کیلیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ صدر المتالہین نے دیکھا کہ ایک شخص حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے سامنے ان پر یعنی صدر المتالہین پر لعنت کر رہا ہے تو آپ نے پوچھا کہ تم صدر پر کیوں لعن طعن کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ وہ واجب الوجود کی وحدت کا قائل ہے تو آپ نے فرمایا اچھا تو اس پر لعنت کر۔ یہ بات ایک قصہ ہی سہی لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ ایسی دردناک حقیقت کہ جس کے قصے میں نے دیکھے یا سُنے ہیں جو ہمارے زمانہ میں ہوئے۔ میں دعویٰ کنندگان کی تطہیر کرنا نہیں چاہتا۔ مصرعہ

"ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد" (۳۶) (بہت سے خرقے اور لبادے جلائے جانے کے قابل ہوتے ہیں) بلکہ میری خواہش ہے کہ تم حقیقی معنی و معنویت سے انکار نہ کرو۔ وہی معنویت کہ جس کا تذکرہ کتاب الٰہی اور سنت رسول میں آیا ہے اور اس کے مخالفین نے یا انکو نظر انداز کر دیا ہے یا انھوں نے انکی عامیانہ توجیہ کی ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ پہلا قدم "انکار کے دبیز حجاب سے باہر نکلنا ہے جو ہر رشد و ہدایت اور ثبت قدم میں مانع آتا ہے یہ قدم کمال نہیں ہے بلکہ کمال کی سمت راہ کھولنے والا ہے جس طرح "یقظہ" کہ جس کو سالکین کی پہلی منزل شمار کیا گیا ہے منازل میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ تو منازل سالکین کا ابتدائیہ (مقدمہ) اور راستہ کھولنے والا ہے۔ بہرصورت روح انکار کے ساتھ معرفت کی سمت سفر کا آغاز نہیں کیا جا سکتا۔

جو لوگ مقامات عارفین اور منازل سالکین کا انکار کرتے ہیں تو وہ خود پرست اور خود پسند ہیں جس چیز کو وہ نہیں جانتے اس کو وہ اپنی جہالت نہیں سمجھتے بلکہ اس کا انکار کر دیتے ہیں تاکہ ان کی خود پرستی و خود بینی کو خراش و چرکا نہ لگے۔" مادر بتہا بت نفس شما است۔ (۳۷) سب بتوں کی ماں تمہارے نفس کا بت ہے جب تک کہ یہ بڑا بت اور طاقتور شیطان ختم نہیں ہوتا، اللہ جل و علا کی راہ نہیں کھلتی۔

اور مجھے حسرت ہے کہ یہ بت ٹوٹے اور یہ شیطان قابو میں آجائے۔

معصوم سے روایت ہے کہ "شَیْطَانِیْ اٰمَنَ بِیَدِیْ" (۳۸) میرا شیطان میرے ہاتھ پر ایمان لے آیا) اس روایت سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ ہو، اس کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ لیکن اولیاء اللہ نے اس کے نکیل ڈال کر اپنا مطیع بلکہ اس کو مومن بنا لیا ہے۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ شیطان نے ہمارے جد اعلیٰ حضرت آدم صفی اللہ کے ساتھ کیا کیا؟ ان کو قربت خداوندی سے دور کر کے پستی میں گرا دیا اور شیطانی وسوسہ کے بعد اور شجرہ سے نزدیک ہونے کے بعد جس سے مراد نفس یا اس کے بعض مظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان کے لیے اهبطوا۔ کا فرمان ملا جو تمام فسادات اور عداوتوں کی غرض و غایت بنا۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے توبہ کی اور خداوند عالم نے ان کو صفی کے خطاب سے نوازا۔ مجھے اور تم کو بھی، جو کہ شجرہ ابلیسی کے ساتھ ابتلاء اور آزمائش میں ہیں، توبہ کرنی چاہیے اور خلوت و جلوت میں خداوند جل شانہ سے استغاثہ کرنا چاہیے کہ وہ ہماری دستگیری فرمائے اور جس وسیلہ و ذریعہ سے چاہے ہمیں توبہ تک پہنچائے، بلکہ ہمیں آدمیت کی منزل اصطفار سے بہرہ مند کرے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجاہدہ نہیں کیا جائے اور شجرۂ ابلیس کی تمام شاخوں پتوں اور جڑوں سے کہ جو ہمارے وجود میں پھیلی ہوئی ہیں اور روز بروز مضبوط

تر اور فراخ تر ہو رہی ہیں ترک تعلق نہ کر لیا جائے۔

بے شک شجرۂ خبیثہ کی شاخوں اور جڑوں سے رابطہ و تعلق رکھتے ہوئے راہ مقصد وا نہیں ہو سکتی۔ ابلیس نے یہی دھمکی دی او اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی او اللہ کے بندوں میں سے معدود ے چند صالحین او اولیاء مقربین علیہم السّلام کے علاوہ شیطان کے مکر و فریب او مظہر ابلیس نفس خبیث کے حیلوں، بہانوں سے کوئی شخص دامن نہ بچا سکا۔ اور اگر کوئی شخص اس شجرۂ ملعونہ کی شاخوں اور باریک و پیچیدہ جڑوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے تو وہ خداوند عالم کی دستگیری کے بغیر نہیں کر سکتا جس طرح اس نے حضرت آدم صفی اللہ کو رہائی دلائی مگر ہم کہاں اور قبول کلمات کی استعداد و صلاحیت کہاں۔

اس بارے میں یہ آیت کریمہ انتہائی غور و فکر کی مستحق ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے! فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ" (۳۹) (پس آدم نے اپنے رب سے کلمات حاصل کیے تو ان کی توبہ قبول ہوئی) "والقی الیہ کلمات" (اور اس نے اس کی طرف کلمات القا کیے) نہیں فرمایا گویا آدم اللہ کی طرف چلے ہیں پھر اس سے کلمات حاصل کیے ہیں۔ اگرچہ "القی علیہ" بھی ہوتا تو سیر کمال کے بغیر قبولیت ممکن نہ تھی۔ ایک دوسری آیت کہ جس میں اس واقعہ و قضیہ کی طرف اشارہ ہے، غور و فکر کرنا چاہیے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: "فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ" (۴۰) (پس جب ان دونوں نے اس

درخت سے چکھ لیا، گویا چکھنے اور کھانے سے زیادہ بات نہ تھی۔ اس وصف کے باوجود چونکہ وہ ابوالبشر جیسی ہستی و شخصیت سے سرزد ہوا، ان کے ساتھ ایسا ہوا۔ اب ہم اپنی وضع اور حالت کو دیکھیں جبکہ بالیقین ہم اس شجرۂ ابلیسی کی شاخوں، پتوں اور جڑوں سے مربوط و پیوستہ ہیں۔

میری بیٹی! یہ راستہ آفات سے بھرا ہوا ہے ہمارے اعضاء ظاہری و باطنی میں آفتیں پوشیدہ ہیں اور ہر عضو میں ایک حجاب ہے اور جب تک ہم ان حجابوں سے نہیں گزر جاتے ہیں اس وقت تک سلوک الی اللہ کی طرف پہلا قدم نہیں اٹھا سکتے۔ میں خود مقام آزمائش میں ہوں۔ میرا جسم اور میری روح شیطان کا کھلونا ہے۔ کچھ آفتیں اس چھوٹے سے عضو زبان سرخ کے ذریعے لاحق ہوتی ہیں جو ہماری شادابی و تر و تازگی کو ختم کر دیتی ہیں اور اس وقت جبکہ یہ بازیچہ شیطان ہے اور آلہ اس کے قبضہ میں ہے جو جان و روح اور قلب و فواد کو تباہ کر دیتا ہے۔ میں اس حقیقت کی نشان دہی کر رہا ہوں کہ انسانیت و روحانیت کے اس عظیم ترین دشمن سے غافل نہ ہونا جب کبھی تم اپنی سہیلیوں کی محبت بھری محفلوں میں ہوتی ہو تو اس چھوٹے سے عضو کی بڑی بڑی غلطیوں کو جس قدر ممکن ہو شمار کر لو اور دیکھو کہ تمہاری زندگی کی ایک گھڑی کے ساتھ جو مرضی دوست کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے صرف ہونی چاہیے تھی، کیا کرتی ہے اور کتنی مصیبتیں لے کر آتی ہے۔ ان خطاؤں اور گناہوں میں سے ایک بھائیوں

اور بہنوں کی غیبت ہے دیکھو کہ اس سے کتنے اشخاص کی عزت و آبرو سے کھیل رہی ہو اور کتنے مسلمانوں کے رازوں کو معاشرہ پر عیاں کرتی ہو کتنی حیثیتوں کو بے حیثیت و داغدار و زخم خوردہ بنا رہی ہو اور کتنی شخصیتوں کو شکست و ریخت سے دو چار کر رہی ہو اس وقت اس شیطانی تقریب و محفل کو ایک پیمانہ بناؤ اور دیکھو کہ ایک سال کے اندر تم نے اسی ایک ناقابل توجہ امر میں کیا کچھ کیا ہے اور آئندہ پچاس، ساٹھ سالوں میں کیا کرو گی اور کتنی مصیبتیں اپنے لیے اکٹھی کرو گی۔ اس وقت تم ان کو معمولی بات سمجھتی ہو اور یہی معمولی و حقیر سمجھنا ایک شیطانی حیلہ ہے کہ جس سے خداوند عالم اپنے لطف و کرم کے ذریعہ ہم سب کو محفوظ و مصئون رکھے۔

میری بیٹی! غیبت، مومنین کی اذیت، ان کی عیب جوئی ان کے رازوں کے انکشاف اور تہمت کے بارے میں جو کچھ آیا ہے، اس پر معمولی سی نظر ڈالی جائے تو وہ دل جن پر شیطانی مہر نہیں لگی ہوئی ہے لرز جاتے ہیں اور انسان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اس محبت کی بنیاد پر جو مجھے تم سے اور احمد سے ہے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شیطانی آفتوں بالخصوص زبان کی کثیر آفات سے بچو اور زبان کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ ہاں ابتدا میں یہ مشکل معلوم ہو گا لیکن عزم و ارادہ اور اس کے عواقب و نتائج پر غور و فکر سے یہ مرحلہ آسان و سہل ہو جائے گا۔ قرآن کریم کی بہت سی تعبیر کرنے والوں

کی تعبیر سے عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے "وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا" (۴۱) اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؛ شاید یہ عمل کی برزخی صورت کی نشاندہی کی جارہی ہے اور شاید وہ حدیث کہ جو سیّد الموحدین حضرت علی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو آپ نے نوف البکالی کو بہت سی نصیحتیں فرمائی ہیں ایک احتمال کے مطابق اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ نوف نے مولا سے نصیحت و موعظہ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا" اِجْتَنِبِ الْغِیْبَةَ فَاِنَّهَا اِدَامُ کِلَابِ النَّارِ ثُمَّ قَالَ یَا نُوْفُ کَذِبَ مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ وَلَدٌ مِنْ حَلَالٍ وَهُوَ یَاْکُلُ لُحُوْمَ النَّاسِ بِالْغِیْبَةِ" (۴۲) (غیبت سے پرہیز کرکہ یہ جہنم کے کتوں کی خوراک ہے۔ پھر فرمایا کہ اے نوف! وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ حلالی ہے حالانکہ وہ غیبت کے ذریعہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہے۔)

اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے" وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ" (۴۳) (کیا قیامت کے دن لوگوں کو ان کی زبان کی زیادتیوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا) اس حدیث اور دیگر حدیثوں سے کہ جن کی تعداد کم نہیں

ہے پتہ چلتا ہے کہ جہنم ہمارے باطنی اعمال کی صورت ہے۔

خدایا! ہم کو اور ہمارے گھر کو اور ہم سے متعلق و مربوط خاندانوں کو شیطانی آفات و مصائب سے نجات عطا فرما اور ہم سب کو ان لوگوں میں سے نہ ٹھہرا جو اپنی زبان اور اپنے عمل سے مسلمانوں کو رنج و آزار پہنچاتے ہیں۔ (۴۴)

میں نے یہ چند صفحات فاطی (فاطمہ طباطبائی) کے اصرار و تقاضہ پر لکھے ہیں اور مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ میں شیطانی حیلوں اور مکر و زور سے راہِ فرار اختیار نہ کر سکا۔ امید ہے کہ فاطی جو نعمت جوانی سے سرفراز ہے، اس کو یہ توفیق حاصل ہو گی۔

والسّلام علی عباد اللہ الصالحین

روح اللہ الموسوی الخمینی

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

توضیحات

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔
ماعبدناك حق عبادتك وماعرفناك حق معرفتك
مراۃ العقول ۸-۱۴۶
۲۔ (تو پیروی کر) خدا کی فطرت کہ جس پر لوگوں کو پیدا کیا جس کی خلقت میں تبدیلی نہیں۔ یہی دین محکم ہے۔ سورہ روم آیت ۳۰
۳۔ کوئی موجود ایسا نہیں جو حمد خدا کے ساتھ اس کی تعریف نہ کرتا ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۴
۴۔ مثنوی مولوی، دفتر سوم
۵۔ بحارالانوار ۹۱-۹۷
۶۔ سورہ نجم۔ آیت ۸
۷۔ سورہ اعراف آیت ۱۴۳
۸۔ المحجۃ البیضاء ۵-۵۴ وبحار الانوار ۱-۲۲۵ (معمولی اختلاف کے ساتھ)
۹۔ سورہ نمل آیت ۱۸

۱۰- سورہ نمل آیت ۲۲

۱۱- سورہ جمعہ آیت ۵

۱۲- سورہ اعراف آیت ۱۷۹، سورہ فرقان آیت ۴۴

۱۳- سورہ ص آیت ۸۲

۱۴- عوالی اللئالی ۴-۳۷ وبحارالانوار ۴-۳۴

۱۵- سورہ توبہ آیت ۹۴ وسورہ عنکبوت آیت ۴۵

۱۶- سعدی - دیباچہ گلستان

۱۷- سورہ محمد آیت ۲۴

۱۸- سورہ واقعہ آیات ۷۷-۷۹

۱۹- گلستان سعدی - باب اوّل - حکایت چہارم

۲۰- سورہ نور آیت ۳۵

۲۱- سورہ حدید آیت ۳

۲۲- سورہ مجادلہ آیت ۷

۲۳- مثنوی مولوی - دفتر اوّل

۲۴ علم الیقین ۲-۲-۱۰۰، المقصد الرابع الباب الثالث عشر الفصل الرابع

۲۵ علم الیقین ۲-۹۶۷، المقصد الرابع الباب التاسع الفصل

الثانی)

۲۶- بحار الانوار ۸ - ۶۴

۲۷- علم الیقین ۲-۹۷۱

۲۸- غرر الحکم فصل ۳۰۔ حدیث ۱۱

۲۹- الخصال ۱-۵۱

۳۰- بحار الانوار ۲-۳۹

۳۱- مجالس المومنین ۲-۱۱ (مجلس ششم)

۳۲- دعاء کمیل

۳۳- سورہ ہمزہ آیت ۶، ۷

۳۴- منازل السائرین. خواجہ عبداللہ انصاری اس کتاب کی شرح کمال الدین عبدالرزاق کاشانی نے لکھی ہے۔

۳۵- مصباح الشریعہ ومفتاح الحقیقہ۔ معارف ومواعظ اور اخلاق پر ایک کتاب ہے جو سو ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کا آغاز "قال الصادق" کے جملہ سے ہوتا ہے۔ اس کے مؤلف کا پتہ نہیں اور اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن بزرگ علماء نے اس کتاب سے استناد کیا ہے۔ جیسے سید بن طاوس، ابن فہد حلی، مجلسی، شہید ثانی، ملا محسن فیض، کفعمی، نراقی اول رضوان اللہ علیہم۔

۳۶۔ نقد صوفی نہ ہمہ صافی بی غش باشد
ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد
(حافظ)

۳۷۔ مادر بت ہا بت نفس شماست
زان کہ آن بت مار و این بت اژدہاست
(مثنوی مولوی، دفتر اول)

۳۸۔ علم الیقین ۱۔ ۲۸۲
۳۹۔ سورہ بقرہ آیت ۳۷
۴۰۔ سورہ اعراف آیت ۲۲
۴۱۔ سورہ حجرات آیت ۱۲
۴۲۔ بحار الانوار ۷۲۔ ۲۴۸
۴۳۔ اصول کافی، کتاب الایمان والکفر
۴۴۔ منسوب اور رشتہ داروں کے لیے دعا خیر بزرگان و اولیاء دین علیہم السّلام کی طرف سے مختلف مواقع پر آئی ہیں۔ قرآن مجید میں بھی ہے "رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی" سورہ ابراہیم آیت ۴۰ "ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا" بقرہ ۱۲۸۔ اور روایت میں ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے نماز گزاروں سے سفارش کی ہے کہ وہ رشتہ داروں اور عزیزوں کے لیے دعا کریں۔ بحار انوار ۸۲۔ ۲۰۹

نامہ معرفت

رہبر کبیر انقلاب اسلامی، بنیان گزار جمہوری اسلامی ایران حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ موسوی الخمینی قدس سرہ کا ایک اور گراں قدر مکتوب جو انھوں نے اپنی بہو محترمہ فاطمہ طبا طبائی کے نام تحریر کیا۔ اس نامہ معرفت میں بھی امام خمینی نے اپنی بہو محترمہ فاطمہ طبا طبائی کو "فاطی" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری گرامی قدر فاطمی!

آخر کار تم نے مجھے چند سطریں لکھنے پر مجبور کر دیا اور میری پیرانہ سالی، بیماری اور زحمتوں کی معذرت قبول نہیں کی۔ اب میں اپنی گفتگو کا آغاز جوانی و بڑھاپے کے آلام و مصائب سے کرتا ہوں کیونکہ میں نے ان دونوں کی حقیقت کو اچھی طرح پہچانا ہے یا یہ کہو کہ اختتام تک پہنچایا ہے اور اب برزخ یا دوزخ کے نشیب میں حضرت ملک الموت کے کارکنوں کے ساتھ دست بہ گریباں ہوں۔ فردائے قیامت میں مجھے میرا نامۂ سیاہ پیش کیا جائے گا اور مجھ سے میری تباہ و برباد شدہ عمر کا حساب مانگا جائے گا، اس وقت میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا سوائے اس (اللہ) کی رحمت کی امید کے کہ جس نے "وَسِعَتْ رَحْمَتُهُ كُلَّ شَيْءٍ" (جس کی رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے) "لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" (اور تم اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بیشک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا) کو رحمۃ للعالمین پر نازل فرمایا ہے چاہتا ہوں کہ اس قسم کی آیتیں میرے شامل حال ہوں لیکن بارگاہ الٰہی میں عروج و بلندی، دوست کی قربت و ہمسائیگی میں صعود و بالا رفتگی اور اللہ تعالیٰ کی

نہائی تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے قدموں سے چل کر اس منزل کو حاصل کیا جائے مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔ ایام جوانی میں جبکہ شادمانی و توانائی حاصل تھی شیطان اور اس کے عامل نفس امّارہ کے مکر و فریب میں مفاہیم و اصطلاحات کی رنگینیوں میں سرگرم و مصروف رہا کہ نہ تو ان سے اطمینان قلب حاصل ہوا اور نہ روح پر ان کا قبضہ و تصرف حاصل کر سکا اور کبھی ان کے ظاہر کو باطن میں اور ان کے مُلک کو ملکوت میں تبدیل کرنے کے درپے نہیں رہا اور میں نے اپنے آپ سے کہا:

از قیل و قال مدرسہ ام حاصلی نشد
جز حرف دلخراش پس از آنہمہ خروش

(اتنا جوش و خروش دکھانے کے بعد مجھے مدرسہ کی قیل و قال سے سوائے دل خراش باتوں کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا) اور اس طرح میں اصطلاحات و تعبیرات کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا اور بجائے رفع حجابات کے کتابیں جمع کرنے میں مصروف و مشغول ہو گیا گویا کون و مکان میں مٹھی بھر کاغذ کے علاوہ کوئی خبر ہی نہیں ہے کہ جس نے طالب کو جو اللہ کی فطرت پر تخلیق ہوا ہے۔ علوم انسانی، معارف الٰہی اور حقائق فلسفی کے نام پر اصل مقصد سے باز رکھا اور اسے حجابات اکبر کی گہرائی میں لے گیا۔ اسفار اربعہ نے اپنی طول و عرض کیساتھ مجھے دوست کی سمت سفر سے باز رکھا، نہ "فتوحات" سے کوئی فتح حاصل ہوئی اور نہ ہی "فصوص الحکم" سے

کوئی حکمت و دانائی حاصل کر سکا۔ اب جبکہ ان چیزوں کا یہ حاصل ہے تو پھر دوسری چیزوں نے مجھے کیا دیا ہوگا، یہ ایک دردانگیز کہانی ہے اور جب میں نے بڑھاپے کی سرحد میں بتدریج قدم رکھا تو ہر قدم پر پیرانہ سالی اور اس کی حد سے اوپر تک زحمتوں کا شکار رہا ہوں اور اس وقت اسی سے دست بگریباں ہوں۔

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا: (اور تم میں سے وہ شخص ہے کہ جو عمر کے پست ترین درجہ تک لوٹا دیا جائے گا کہ وہ علم کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا) اور میری بیٹی! خدا تم کو عمر دراز عطا فرمائے چونکہ تم اس مرحلۂ پیری سے میلوں اور کوسوں دور ہو اور اس کا مزہ تم نے چکھا نہیں ہے اس لیے اس بڑھاپے کے عوارض کو خاطر میں نہ لا کر مجھ سے توقع رکھتی ہو کہ میں اپنی تحریر و تقریر کو نظم و نثر کی آمیزش کے ساتھ پیش کردوں تمہیں نہیں معلوم کہ میں نہ تو ادیب ہوں، نہ شاعر اور نہ سخن سرا۔

تم اے میری پیاری بیٹی کہ جو ابھی میرے ان عوارض سے نہیں گذری ہو جان لو کہ اس جوانی پر ایک دن تمہیں کفِ افسوس ملنا پڑے گا جو اس طرح یا اس سے بالاتر سرگرمیوں میں گزری بالکل میری طرح کہ جو دوست کے قافلۂ عشاق سے پیچھے رہ گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ تم بھی میری طرح تاسف کے بھاری بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے پھرو لہٰذا اس پیر بے نوا کی بات گوشِ ہوش سے سُنو جو اس بار کو اٹھائے ہوئے ہے اور جس کے نیچے وہ دبا جا رہا ہے کہ تم ان لمحات

پر کہ جو ابلیس کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اکتفا نہ کرو بلکہ خداوند جل وعلیٰ شانہ کی تلاش وجستجو کو جاری رکھو۔ جوانی اور اس کے راحت وآرام کی مدت بہت کم ہے میں خود اس کے تمام مراحل سے گزرا ہوں اور اب اس کے جہنمی عذاب سے دست بگریبان ہوں اور اندرونی شیطان میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا ہے۔ تا وقتیکہ خدا محفوظ رکھے اور آخرا سے اپنے وار میں کامیابی حاصل ہو۔ لیکن خداوند عالم کی رحمت واسعہ سے ناامیدی خود ایک گناہ کبیرہ ہے اور خدا نہ کرے کوئی معصیت کار اس میں مبتلا ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تاریخ کے گنہگار حجاج بن یوسف نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کہا کہ "اے خدا تو مجھے معاف فرما اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ سب لوگ کہتے ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا" شافعی نے یہ سُن کر کہا کہ "اگر اس طرح کہنا ممکن ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ اس شقی کو ایسے امر کی توفیق ہو گئی تھی یا نہیں" مجھے معلوم ہے کہ سب سے بدتر چیز مایوسی ناامیدی ہے،

میری بیٹی! تم رحمت خداوندی پر غرور نہ کرنا کہ کہیں اس کی وجہ سے دوست سے غفلت کی مرتکب ہو جاؤ اور کبھی مایوس نہ ہونا کہ یہی دنیا وآخرت کے گھاٹے اور نقصان کا سودا ہے۔ خداوند ابجتن پر مشتمل اصحاب کسار کے واسطے سے احمد، فاطمہ، حسن، (رضا یاسر) اور علی کو جو خاندان رسول گرامی اور اس کے وصی کی اولاد ہیں اور جس پر مجھے اور ان کو بھی فخر ہے شیطانی اور نفسانی خواہشات کے شر سے محفوظ رکھنا۔ اس مقام پر میری گفتگو اختتام کو پہنچی اور حق کی حجت بھی مجھ پر تمام

ہوئی۔ والسّلام

یہ تم جیسی ہستی نے خصوصی اصرار کے ساتھ مجھ سے اشعار کی فرمائش کی ہے تو مجھے سچی بات کہنا ہوگی کہ نہ تو جوانی میں مجھے قدرت شعر حاصل تھی کہ جو شعر و شعور کا موسم ہے اور جواب گزر چکا ہے اور نہ پیرانہ سالی میں رہی ہے کہ جس کو میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں اور نہ اب عمر کے اس پست ترین موجودہ دور میں ہے کہ جس میں دست و گریبان ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی نے کہا کہ جوانی اور پیری نے میری قوت پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے اس لیے کہ میں اس پتھر کو نہ جوانی میں اٹھا سکا ہوں اور نہ پیری میں میں بھی یہی کہتا ہوں کہ شعروادب کے سلسلہ میں مجھ میں کوئی تفاوت نہیں آیا ہے کیونکہ نہ میں جوانی میں شعر کہہ سکتا تھا اور نہ اس پیرانہ سالی میں۔ اب عرض کرتا ہوں۔

شاعر اگر سعدی شیرازی است

بافتہ ہائی من و تو بازی است

(اگر ہم سعدی شیرازی کو شاعر قرار دیتے ہیں تو پھر میرا اور تمہارا تمام تانا بانا اور ٹیپنا اور ٹانکنا محض ایک کھیل ہے)

اب جبکہ شعر میرے بس کی بات نہیں تو پھر معر ہی سے تمہیں بہلاتا ہوں اور تمہارے اصرار کو عملی جامہ پہناتا ہوں (* معر، شعر کے ساتھ بولا جانے والا مہمل لفظ ہے جیسے: شعر معر۔ بات وات۔ کہانی وہانی وغیرہ۔ مترجم)

احمد است از محمد مختار — که حمیدش نگاهدار بود

فاطی از عرش بطن فاطمٔ است — فاطر آسمانش یاد بود

حسن این میوهٔ دُخت حسن — محسنش یار پائیدار بود

یاسر از آل پاک سبطین است — سر احسان و رانشار بود

علی از بوستان آل علیؑ است — علی عالیش شعار بود

پنج تن از سلالهٔ احمد — شافع جملہ ہشت وچار بود

دخترم شعر تازه خواست ز من — گفتم که یادگار بود

عاشقم عاشق و جز وصل تو درمانش نیست — کیست زین آتش افروختہ در جانش نیست

جز تو در محفل سوختگان ذکری نیست — این حدیثی است که آغاز و پایانش نیست

راز دل را نتوان پیش کسی باز نمود — جز بر دوست که خود حاضر و پنهانش نیست

با که گویم که بجز دوست نبیند هرگز — آنکه اندیشه و دیدار بغیر مانش نیست

گوشهٔ چشم گشا بر من مسکین بنگر — ناز کن ناز که این بادیه سامانش نیست

سر خم باز کن و ساغر لبریزم ده — که بجز تو سر پیمانه و پیمانش نیست

نتوان بست زبانش ز پریشان گوئی — آنکه در سینه بجز قلب پریشانش نیست

پاره کن دفتر و بشکن قلم و دم در بند — که کسی نیست که سرگشته و حیرانش نیست

ترجمۂ اشعار

احمد خمینی، محمدؐ کی نسبت سے برگزیدہ ہے۔ حمید اللہ تعالیٰ اس کا محافظ و نگہبان ہو

(بہو) فاطمی (فاطمہ طباطبائی) جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہے۔ خالق سما، اس کا مددگار ہو۔
(پوتا) حسن اس اچھے درخت کا پھل ہے۔ خداوند عالم جو محسن ہے، اس کا ہمیشہ دوست و معاون ہو۔
(پوتا) یاسر سبطین علیہم السلام کی نسل پاکیزہ سے ہے۔ احسان کا رمز یہ ہے کہ مخلوق خدا اس پر نثار ہو۔
(پوتا) علی گلشن آلِ علیؑ کا ایک پھول ہے۔ علی عالی شعار ہو۔
بنسلِ احمد کے ان پانچ افراد کے شفاعت کنندگان بارہ امامؑ ہوں۔
میری بیٹی نے مجھ سے تازہ اشعار کی درخواست کی ہے.... کہہ دیئے کہ یادگار رہوں۔
میں بس عاشق ہوں اور سوائے تیرے وصل کے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔
وہ کون ہے کہ جس کی روح میں آتشِ عشق فروزاں نہیں ہے۔
دل سوختگانِ عشق کی محفل میں صرف تیرا ہی ذکر ہے۔ یہ وہ گفتگو ہے کہ جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔
رازِ دل کسی کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتے سوائے پہلوئے دوست میں کہ جو حاضر ہے اور جو پنہاں بھی نہیں ہے۔
میں کس سے کہوں کہ وہ شخص ہرگز دوست کے سوا نہیں دیکھے گا کہ جس کی نظر

اور دیدار اس کے حکم کے مطابق نہیں ہے۔

مجھ مسکین پر ایک نظر ڈال اور دیکھ۔ اس پر ناز کر کہ اس کے کاسہ و کشکول میں کچھ بھی نہیں ہے۔

خم کا منہ کھول دے اور مجھ کو لبالب جام دے اس لیے کہ تیرے سوا اس کے پاس نہ کوئی پیمانہ ہے اور نہ کسی سے قول و قرار ہے۔

جس کے سینہ میں قلب پریشاں کے سوا کچھ نہیں ہے اس کی زبان پریشان گوئی سے بند نہیں کر سکتے۔

کتاب کو پھاڑ دو، قلم کو توڑ دو اور سانس روک لو کیونکہ کوئی شخص نہیں ہے جو سرگشتہ و حیران نہیں ہے۔